عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY — KHATM-E-NUBUWWAT — KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۳ | ۱۱تا۱۹؍رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳تا۳۱؍جنوری ۲۰۲۴ء | شمارہ: ۴

حضرت سراقہ بن مالکؓ

ووٹ

ایک امانت

ایک شہادت

قادیانی حمایتی اداروں کے نام دو ٹوک پیغام

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info

http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org

Email: editorkn@yahoo.com

موبائل ایپ پر تلاوتِ قرآن کریم

س:......سردی کی وجہ سے رات میں وضو کرنے کا دل نہ چاہے تو کیا موبائل پر قرآن کریم کی ایپ کھول کر قرآن کریم پڑھا جاسکتا ہے؟ اس دوران صفحات تبدیل کرنے کے لئے کیا اسے ہاتھ سے چھونا جائز ہے؟

ج:......موبائل پر قرآن کریم کی ایپ استعمال کرتے ہوئے تلاوت کرنا جائز ہے۔ باوضو ہو تو افضل ہے، لیکن بغیر وضو اگر اسکرین کو ہاتھ لگائے بغیر کسی پین کی مدد سے چھوا جائے تو بھی درست ہے، اسی طرح اگر ہاتھ میں دستانے پہن لیں تو خود قرآن کریم کو بھی ہاتھ میں لے کر پڑھنا جائز ہے اور اگر موبائل اسکرین پر پروٹیکٹر لگا ہوا ہو تو بھی آڑ کی وجہ سے بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

ای میل کے ذریعے طلاق کا حکم

س:......شوہر نے جھگڑے کے بعد اپنی بیوی کو ایک طلاق ای میل لکھ کر دی اور پھر دو دن بعد صلح کر لی، کچھ دنوں بعد دوبارہ جھگڑا میں پھر اسی طرح اس نے ای میل میں طلاق لکھ کر دی بعد میں رجوع کر لیا، دونوں دفعہ منہ سے کچھ نہیں بولا۔ کیا ایسی صورت میں یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟

ج:......طلاق چاہے لکھ کر دی جائے یا زبانی دی جائے ہر حال میں واقع ہوجاتی ہے، چاہے لکھنے کے بعد اسے ڈیلیٹ ہی کیوں نہ کر دے تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح طلاق چاہے غصہ میں دی جائے یا دھمکانے اور ڈرانے کے لئے دی جائے تو بھی واقع ہوجاتی ہے، لہٰذا صورت مسؤلہ میں دو طلاق رجعی واقع ہوگئی ہیں، چونکہ فوراً ہی رجوع کر لیا تھا، اس لئے یہ رجوع درست ہے، لیکن اس سے دی گئی طلاق واپس یا ختم نہیں ہوگی اور آئندہ کے لئے اب صرف ایک طلاق کا حق باقی رہ گیا ہے، اگر کبھی وہ بھی دیدی تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرمت مغلظہ کے ساتھ حرام ہوجائے گی۔

حالت احرام میں ماسک پہننا

س:......کیا ماسک لگا کر عمرہ کر سکتے ہیں؟ کیا حالت احرام میں ماسک پہننے سے مرد پر دم واجب ہوجاتا ہے؟ جبکہ ماسک پہننے کا دورانیہ چار پانچ گھنٹے ہوسکتا ہے؟

ج:......حالت احرام میں ماسک پہننا جائز نہیں، کیونکہ ایک چوتھائی چہرہ کو اس طرح ڈھانپے رکھنا کہ کپڑا چہرے سے مسلسل لگا رہنا خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کے لئے منع ہے۔ اسی لئے خواتین کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے پردے کے لئے کسی شیڈ والے کیپ وغیرہ کا استعمال کریں کہ جس سے پردہ بھی ہوجائے اور کپڑا چہرے سے مَس بھی نہ ہو، کیونکہ جوان عورت کو چہرے کا پردہ کرنا بھی ضروری ہے اور کپڑے کو چہرے سے دور رکھنا بھی ضروری ہے، کیونکہ خواتین کا احرام صرف چہرہ کا ہوتا ہے۔ اس طرح شیڈ والا کیپ استعمال کرنے سے دونوں حکموں پر عمل ہوجائے گا، یعنی احرام کی پابندی اور پردہ کا حکم۔ لیکن ماسک پہننے کی صورت میں ایک چوتھائی سے زیادہ چہرہ چھپا رہتا ہے اور ماسک چہرے سے چپکا رہتا ہے۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ بلا عذر اگر کسی نے ماسک پہنا تو دم یا صدقہ لازم آئے گا اور گناہگار بھی ہوگا اور اگر عذر کی وجہ سے پہنا ہو مثلاً گورنمنٹ کی طرف سے پابندی ہو یا کوئی شدید بیماری ہو کہ جس میں ماسک پہننا ضروری ہو وغیرہ تو ایسی صورت میں گناہگار تو نہیں ہوگا، لیکن دم یا صدقہ لازم آئے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر رات یا دن کے اکثر حصہ میں ماسک پہنا رہا، یعنی نصف وقت یا بارہ گھنٹے سے زیادہ پر ایسی صورت میں دم لازم ہوگا۔ حدودِ حرم میں ایک بکرا یا بکری کا دم دینا ہوگا اور اگر نصف دن رات سے کم پہنا یا بارہ گھنٹے سے کم پہنا تو ایسی صورت میں صدقہ فطر کے بقدر صدقہ دینا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد:۴۳ ۱۱ تا ۱۷ رجب المرجب ۱۴۴۵ھ مطابق ۲۳ تا ۳۱ جنوری ۲۰۲۴ء شمارہ:۴

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرمؔ، محمد فیصل عرفان خان

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

اس شمارے میں!

ووٹ...ایک امانت، ایک شہادت	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
مولانا قاضی عبداللطیف اخترؒ شجاع آبادی	۱۰	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ	۱۲	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا رحمۃ اللہ علیہ
ماں ہو تو ایسی....	۱۷	جویریہ قیصر، جھنگ
قادیانی حمایتی اداروں کے نام....	۱۹	مولانا زاہد الراشدی مدظلہ
مولانا سیّد محمد امین شاہؒ، مخدوم پور	۲۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
آل پاکستان ختم نبوت کورس، چناب نگر	۲۴	〃 〃 〃 〃 〃
دعوتی و تبلیغی اسفار	۲۶	〃 〃 〃 〃 〃

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب،
متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۲۵ روپے، ششماہی: ۶۰۰ روپے، سالانہ: ۱۲۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقامِ اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط:۶۶ فصل:.... ۸ ہجری کے سرایا

اوطاس:.... علاقہ ہوازن میں ایک وادی کا نام ہے، چنانچہ ان کا مقابلہ ابودُرید بن الصمہ سے ہوا، دُرید قتل ہوا، اس کے رُفقاء کو ہزیمت ہوئی اور مسلمانوں کو بہت سامال اور قیدی غنیمت میں ہاتھ آئے۔

اسی سریہ میں حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، بنوجشم کے ایک شخص نے، کہا جاتا ہے کہ یہ درید بن الصمہ کا بیٹا سلمہ تھا، ان کے تیر مارا جو اِن کے گھٹنے میں پیوست ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعائے مغفرت فرمائی، دُعا کے الفاظ یہ تھے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِی عَامِرٍ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ فَوْقَ کَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِکَ مِنَ النَّاسِ۔''.... ''اے اللہ! ابو عامر عبید کی مغفرت فرما، اے اللہ! اس کو اپنی بہت سے انسانی مخلوق سے اُوپر کردے۔'' اسی سریہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بنوجشم کے اس شخص کو جس نے حضرت ابو عامر کو شہید کیا تھا، جہنم رسید کیا۔

۱۷:.... **سریہ طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ عنہ:**.... اسی سال شوال میں غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف کے مابین حضرت طفیل بن عمرو دَوسی رضی اللہ عنہ کا سریہ ''ذُوالکفّین'' کو منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

ذُوالکفّین:.... بنودوس کا بت تھا، جو لکڑی سے بنایا گیا تھا۔ ان حضرات نے اس بت کو توڑ پھوڑ کر جلایا، اور یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف تشریف لے جانے کے چار دن بعد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔

۱۸:.... **سریہ قیس بن اسد رضی اللہ عنہ:**.... اسی سال ذی القعدہ میں جعرانہ سے واپسی کے وقت قیس بن اسد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا سریہ چار سو سواروں کی معیت میں ''صداء'' کی طرف روانہ فرمایا۔ **صداء:**.... (صادمہملہ کے پیش اور مد کے ساتھ) یہ عرب کا ایک قبیلہ تھا جو یمن کی جانب آباد تھا، یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔

۱۹:.... **سریہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ:**.... اسی سال ذوالقعدہ ہی میں، طائف سے واپسی اور جعرانہ میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا سریہ یمن کے قبیلہ ہمدان کی طرف روانہ فرمایا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے اور چھ ماہ تک انہیں اسلام کی دعوت دیتے رہے، مگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے کچھ قیدی پکڑ لئے، بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو چند صحابہ کی معیت میں روانہ فرمایا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے رُفقاء کو واپس بلالیا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو سارا قبیلہ ان کے ہاتھ پر اِسلام لے آیا اور اِطاعت قبول کرلی۔ اسی سریہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان قیدیوں میں ایک لونڈی کو، جو سب سے عمدہ تھی، اپنے لئے منتخب کرلیا اور اسے حرم کی حیثیت سے اپنے گھر آباد کرلیا، حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت میں خیانت کی ہے، اس لئے وہ ان سے بغض اور نفرت رکھنے لگے، جب مدینہ واپس آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''بریدہ! علی کی بدگوئی نہ کر، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، اگر تجھے اس سے محبت ہے تو اس محبت میں اور اضافہ کر!'' حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اس ارشاد کے بعد مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا۔''

شامی اپنی سیرت میں ابن اِسحاق کے حوالے سے لکھتے ہیں: ''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یمن میں قیام کے دوران دوباندیاں تھیں''، پہلی یہی تھی جس کا اس قصے میں ذکر ہے، اور دُوسری وہ تھی جس کا ذکر ۱۰ ھ کے ذیل میں آئے گا۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

ووٹ.... ایک امانت، ایک شہادت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری ومکمل دین ہے، جو اس نے اپنے آخری پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے انسانیت کو عطا فرمایا۔ دین اسلام میں ہر شعبۂ ہائے زندگی سے متعلق راہنمائی پائی جاتی ہے، فردکی انفرادی زندگی سے اس کی اجتماعی ومعاشرتی زندگی تک ہر موقع پر اسلام راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ انسانی معاشرے کو مہذب اور متمدن بننے کے لیے کسی نظام کی ضرورت پیش آتی ہے، اس نظام کے خدوخال کیا ہونے چاہئیں اور اسے چلانے والے منتظم کے اختیارات کی حدود کہاں تک ہوں گی؟ اسلام نے اس کے اصول وقواعد مرتب فرمادیے ہیں، انہی اصولوں اور ضابطوں کی روشنی میں حکمرانی کے مختلف طریقے وضع کیے گئے، جن کی جدید شکل مروجہ جمہوریت ہے۔

وطن عزیز پاکستان میں رائج جمہوریت کے تحت عام انتخابات کرائے جاتے ہیں، حالیہ انتخابات کی تاریخ ۸ر فروری ۲۰۲۴ء مقرر ہوئی ہے۔ ایسے موقع پر انتخابات میں حصہ لینے والے امیدواروں اور ووٹ ڈالنے والے عوام پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں ہم اپنی طرف سے کچھ عرض کرنے کی بجائے ملک کے دو بڑے مفتیان کرام: مفتی اعظم پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ (دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کی تصویب سے شائع شدہ ایک فتویٰ اور مفتی اعظم و یکے از بانیانِ پاکستان حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیعؒ (جامعہ دارالعلوم کراچی) کا تحریر کردہ ایک فقہی مقالہ پیش کرنا چاہیں گے۔ امید ہے کہ عالم اسلام کی ان دو مقتداء شخصیات، جن کا تعلق عظیم دینی جامعات سے بھی ہے، کی فقہی راہنمائی ہمارے لیے کافی وشافی ہوگی۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تصویب شدہ فتویٰ، جسے حضرت مولانا لطف اللہ پشاوریؒ نے تحریر فرمایا، درج ذیل ہے:

’’۱: اسلام نجاتِ اخروی کے لیے دینِ کامل اور اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے۔ علومِ شریعت، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم، مبدا ومعاد اور تمام وہ علومِ غیبیہ جن میں انسانی عقل وخرد کوئی راستہ نہیں نکال سکتی تھی؛ ان امور میں قرآن کریم اور تعلیمِ نبی نے انسان کی کامل راہ نمائی کی ہے۔ لیکن امورِ معاش اور انسانی تعلقات کے بارہ میں چند راہ نما اصول بتا کر باقی تفصیلات کے لیے ذہنِ انسانی کو خود راستہ نکالنے کے لیے خود مختاری دے دی گئی، اور انسان اپنے حالات کے ساتھ اور حوادثِ زمان کے ساتھ خود اپنے آپ کو ڈھالتا رہتا ہے اور اپنی بقا اور اپنی نوع کے تحفظ کے لیے تاریخی ادوار کے تقاضوں کے مطابق اپنی عقل سے خود اصول وضوابط بناتا رہتا ہے، اور اس بارے میں اس کو یہ ہدایت دی جاتی ہے کہ ہر معاملہ میں خوفِ خدا کا خیال رکھے اور کسی حالت میں خواہشات کی اتباع میں بنی نوع انسان پر ظلم اور اپنے اقتدار قائم کرنے کے لیے خود غرضی، لالچ، فریب، دھوکا: بالفاظِ دیگر: قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ کی غلامی سے بچتا رہے اور یہ خیال رکھے کہ مجھ کو تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔

۲:انسان جس طرح انفرادی زندگی میں پہلے بدوِیانہ دور(بدوؤں کی طرح غیر شہری زندگی کے دور) میں تھا، تدریجاً شہری زندگی اختیار کرکے تمدن میں ترقی کررہا ہے، پہلے غاروں میں رہتا تھا پھر خانہ بدوش ہوکر خیموں میں رہنے لگا، اس کے بعد مٹی کے مکان بنائے، اس کے بعد چونے کا مکان تعمیر کیا، اس کے بعد سیمنٹ کا مکان بنایا، اوراسی طرح کھانے پینے میں، لباس میں، مکان میں ہر چیز میں تفنن اور تنوع پیدا کیا، اوراسی طرح ہر چیز میں ایجادات کرکے اس میں تبدیلی کرتا رہا اورانسانی زندگی کے لیے زیادہ سہولتیں مہیا کرتا رہا۔ بعینہٖ انسان اپنے لیے بہتر اجتماعی زندگی کے متعلق بھی سوچتا رہا اور پہلے قبائلی زندگی سے چھوٹی ریاستیں بنتی گئیں، پھر چھوٹی ریاستیں بڑی شہنشاہیت میں تبدیل ہوگئیں تو انسان نے یہ محسوس کیا کہ بڑے بادشاہ بڑی سلطنت بنا کر زیادہ جابر اور بے رحم ہوجاتے ہیں اور قبیلے کے شیخ یا چھوٹے نواب سے بھاگ کر کسی اور جگہ جا کر انسان مخلص (چھٹکارا) پالیتا ہے، لیکن بڑی بڑی شہنشاہیت کے سامنے تو فردِ انسان بالکل عاجز اور بے بس رہتا ہے، تمام پیغمبروں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تاکیدی احکام کی کوئی پروا نہیں کی جاتی، اوران کو نہ تو کوئی آسمانی قانون ظلم سے روک سکتا ہے اور نہ غریبوں کے لیے اس پر اظہارِ ناراضی کا بھی کوئی ذریعہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ملوکیت میں وراثت کے مسئلہ کی وجہ سے بڑی گڑبڑ پیدا ہوئی، ایک بادشاہ کے مرنے پر اس کے چند وارثوں نے جب آپس میں لڑنا شروع کیا تو اس سے بھی عام مخلوقِ خدا پر بڑی مصیبتیں نازل ہوئیں، نیز بادشاہوں کی نااہل اولاد نے بھی عیاشی اور نااہلی کی وجہ سے مخلوقِ خدا پر سخت مظالم کیے، اس کی وجہ سے طبعی طور پر انسان نے بادشاہوں کے اختیارات محدود کرنے اور سربراہِ سلطنت کے لیے رعایا سے استصواب کے اصول کو منظور کرایا اور اس کو جمہوریت کا نام دیا گیا۔ جس کی تعریف کی گئی کہ: قوم خود اپنے اوپر حکومت کرے۔ اب جب کہ معلوم ہوگیا کہ یہ قرونِ وسطیٰ کے بعد انسانوں نے اجتماعی زندگی میں ایک نئی صورت نکالی، تاکہ ملوک کے استبداد سے محفوظ رہیں، اس لیے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ جمہوریت نہ تو سنت ہے اور نہ بدعت۔ بدعت اس لیے نہیں کہ امورِ دنیا میں سے ہے، امرِ دین میں نئی ایجاد کو بدعت کہتے ہیں۔ سنت اس لیے نہیں کہ خیر القرون میں اس کا پتا نہیں لگتا۔

باقی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کون سی طرزِ حکومت کو پسندیدہ قرار دیتا ہے؟ تو اسلام کسی حکومت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ مخلوقِ خدا پر کوئی مستبدانہ (ظلم واستبداد پر مبنی) قانون مخالفِ احکامِ الٰہیہ وسنتِ نبویہ جاری کرے، نیز ’’وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ‘‘ (الشوریٰ:۳۸) کی آیت کی رو سے سربراہ کو مشورہ ضرور کرنا چاہیے۔ لیکن اسلام مشورے کے لیے ’’الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ‘‘ (النساء:۸۳) کی قید لگاتا ہے، اور سلطنت کے معاملہ میں ہر فرد کو؛ نر ہو یا عورت؛ سلطنت کا اہل نہیں سمجھتا، اس لیے اسلام میں پہلا انتخاب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہوا، یہ مدینے میں جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے کیا جو سمجھ بھی رکھتے تھے اور متقی اور پرہیزگار بھی تھے، دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب نامزدگی سے ہوا، تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب ایک چھوٹے حلقۂ انتخاب؛ جو امت کے بہترین اہلِ حل وعقد تھے؛ انہوں نے کیا، چوتھے خلیفہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا انتخاب اہلِ مدینہ نے کیا، لیکن اس میں کچھ لوگوں نے اختلاف کیا۔ بہرصورت! چاروں انتخابات میں وراثت کے ساتھ ملوکیت کا اجرا نہیں ہوا، بلکہ کسی نہ کسی طرح بہترین اہل کو منتخب کیا گیا، بعد میں چوں کہ کوئی مسلَّمہ اصول طے نہ ہوسکا تھا، اس لیے بہت جلد وراثت والی ملوکیت قائم ہوگئی۔ صدیوں تک مسلمان بھی غیر مسلموں کے ساتھ ملوکیت کے اصول پر چلتے گئے، آخری صدیوں میں مسلمان بادشاہوں میں بے دینی آگئی اور ابتدائی صدیوں میں خودمختاری کے باوجود اصولِ شریعت پر پابندی کا چوں کہ لحاظ باقی تھا، اس لیے مسلمان بادشاہوں کے استبداد نے زیادہ بدنما شکل اختیار نہیں کی، لیکن جب مسلمان بادشاہوں نے بھی ’’أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا‘‘ (الاسراء:۱۶) کا تماشہ دکھایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بھی وہی بیماری پیدا کردی جس نے یورپ میں، فرانس وغیرہ میں ملوکیت کا خاتمہ کیا تھا۔ جس طرح مسلمان اغنیا کے زکوٰۃ نہ دینے پر اللہ تعالیٰ نے ناصر جیسے اشخاص کو ان پر مسلط کردیا، اب ان ملوک کی حمایت کے لیے یہ کہنا کہ جمہوریت اسلام میں نہیں ہے، اسلام میں تو ملوکیت کی اجازت ہے؛ یہ عذر ملوک کو بچا نہیں سکتا، نہ

اس کی مخالفت سے کام چلے گا۔ اور جمہوریت کی مخالفت کر کے فوجی جابرین مثلاً ایوب خان وغیرہ کی حمایت کرنا، جنھوں نے اسلام اور موجودہ دنیا دونوں کے قوانین کو توڑ کر ڈکٹیٹر شپ قائم کی اور عائلی کمیشن وغیرہ کے ذریعے اسلام کی بھی حجامت بنائی، اس کے ساتھ انگریز نے تھوڑے بہت حقوق جو دیئے تھے؛ وہ دنیاوی حقوق بھی واپس لے لیے، اس طرح اہلِ اسلام کو ”خسر الدنیا والآخرۃ“ بنانے کی کوشش کی۔ وہاں پر تو اصول یہ ہے جیسا کہ ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو ہاتھ، زبان؛ جس طرح ہو سکے، ان کی مخالفت کرے؛ وہ مؤمن ہے، اور کم از کم ان سے دل میں نفرت رکھنی چاہیے۔

جمہوریت ہزاروں عیوب کے باوجود فوجی بے دین جہلاء کی حکومت سے شرعاً زیادہ افضل ہے۔ باقی حکومت کی کسی خاص شکل پر اللہ نے ہم کو مکلّف نہیں کیا، صرف شرط یہ ہے کہ حکومت قانونِ خداوندی چلائے اور ملک کو ہر قسم کے دشمنوں سے محفوظ رکھے اور ملک میں کفر اور الحاد وفسق وفجور کی ممانعت کرے۔ ”اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَ آتَوُا الزَّکوٰۃَ وَأَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ“ (الحج: ۴۱) اسلام بس اسی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن ملوک کو اپنے زمانے میں خطوط لکھے؛ اس میں آپ نے طرزِ حکومت کی تبدیلی کا مطالبہ نہیں کیا، بلکہ ایمان کا مطالبہ کیا: ”وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ“ (الانفال: ۳۹) اسلام کی غرض تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرانا ہے اور بس، اگر کسی زمانے میں نوعِ انسان حکومت کا کوئی زیادہ بہتر ڈھانچا تجویز کر لے، جس سے ملوکیت، فوجی ڈکٹیٹر شپ اور ظالمین کی جباریت ختم ہو جائے تو اس کو ہم خلافِ اسلام نہیں سمجھیں گے۔

واضح رہے کہ ”إِنِ الْحُکْمُ إِلَّا لِلّٰهِ“ کا یہ معنی نہیں کہ جمہوریت ناجائز ہے۔ امورِ انتظامیہ مباحہ میں قانون سازی ہی ہو سکتی ہے، ہاں امورِ منصوصہ میں پارلیمان کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔ خوارج نے اس آیت کے مطلب میں غلو کیا تھا، اور ہمیشہ مسلمان سلطنتوں کے لیے مصیبت بنے رہے۔ باقی جمہوریت کی صحیح تعریف آج تک نہیں ہوئی، آدمیوں کو گننا واقعی بسا اوقات ضلالت میں ڈال دیتا ہے، لیکن مشکل یہ ہے کہ اس زمانے میں کوئی قوم اس کے لیے تیار نہیں کہ اس کو کہا جائے کہ تم سلطنت کے لیے اہلِ رائے نہیں۔ اور حدیث میں ”وَ إِتِّبَاعِ کُلِّ ذِي رَأْيٍ لِرَأْيِهٖ“ والا زمانہ آگیا ہے، اس لیے کسی کو اس بات پر مطمئن کرنا کہ صرف اہلِ علم اور اہلِ دین سلطنت کی شوریٰ میں شامل ہو سکتے ہیں؛ یہ سخت مشکل ہے۔ فقط: مولانا لطف اللہ پشاوری۔

۳۰ ذوالقعدہ ۱۳۸۲ھ (رجسٹر نقل فتاویٰ نمبر: 3، صفحہ نمبر: 15، سوال نمبر: 608، جواب نمبر: 20/3، جدید فتویٰ نمبر: 138211300020، ویب سائٹ: دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن)۔“

اس کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ کا تحریر کردہ فتویٰ ملاحظہ ہو:

”امیدواری: کسی مجلس کی ممبری کے انتخابات کے لیے جو امیدوار کی حیثیت سے کھڑا ہو، وہ گویا پوری ملت کے سامنے دو چیزوں کا مدعی ہے: ایک یہ کہ وہ اس کام کی قابلیت رکھتا ہے، جس کا وہ امیدوار ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ دیانت داری سے اس کام کو انجام دے گا۔ اب اگر واقع میں وہ اپنے اس دعوے میں سچا ہے، یعنی قابلیت رکھتا ہے اور امانت ودیانت کے ساتھ قوم کی خدمت کے جذبے سے اس میدان میں آیا تو اس کا یہ عمل کسی حد تک درست ہے، اور بہتر طریق اس کا یہ ہے کہ کوئی شخص خود مدعی بن کر کھڑا نہ ہو، بلکہ مسلمانوں کی کوئی جماعت اس کو اس کام کا اہل سمجھ کر نامزد کر دے۔ اور جس شخص میں اس کام کی صلاحیت ہی نہیں، وہ اگر امیدوار ہو کر کھڑا ہو تو قوم کا غدار اور خائن ہے، اس کا ممبری میں کامیاب ہونا ملک وملت کے لیے خرابی کا سبب تو بعد میں بنے گا، پہلے تو وہ خود غدار اور خیانت کا مجرم ہو کر عذابِ جہنم کا مستحق بن جائے گا۔

اب ہر وہ شخص جو کسی مجلس کی ممبری کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اگر اس کو کچھ آخرت کی بھی فکر ہے تو اس میدان میں آنے سے پہلے خود اپنا جائزہ لے

لے، اور یہ سمجھ لے کہ اس ممبری سے پہلے تو اس کی ذمہ داری صرف اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال تک محدود تھی، کیونکہ بنصِ حدیث: ہر شخص اپنے اہل و عیال کا بھی ذمہ دار ہے۔ اور اب کسی مجلس کی ممبری کے بعد جتنی خلق خدا کا تعلق اس مجلس سے وابستہ ہے، ان سب کی ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر آتا ہے اور وہ دنیا وآخرت میں اس ذمہ داری کا مسئول اور جوابدہ ہے۔

ووٹ اور ووٹر: کسی امیدوارِ ممبری کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت شہادت کی ہے کہ ووٹر جس شخص کو اپنا ووٹ دے رہا ہے، اس کے متعلق اس کی شہادت دے رہا ہے کہ یہ شخص اس کام کی قابلیت بھی رکھتا ہے اور دیانت اور امانت بھی۔ اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں اور ووٹر یہ جانتے ہوئے اس کو ووٹ دیتا ہے تو وہ ایک جھوٹی شہادت ہے، جو سخت کبیرہ گناہ اور وبالِ دنیا وآخرت ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہادت کاذبہ کو شرک کے ساتھ کبائر میں شمار فرمایا ہے۔ جس حلقے میں چند امیدوار کھڑے ہوں اور ووٹر کو یہ معلوم ہے کہ قابلیت اور دیانت کے اعتبار سے فلاں آدمی قابلِ ترجیح ہے تو اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو ووٹ دینا اس اکبر کبائر میں اپنے آپ کو مبتلا کرنا ہے۔ اب ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے، محض رسمی مروت یا کسی طمع وخوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے۔

دوسری حیثیت ووٹ کی شفاعت یعنی سفارش کی ہے کہ ووٹر اس کی نمائندگی کی سفارش کرتا ہے۔ اس سفارش کے بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد ہر ووٹر کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے: ”مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا۔“ (النساء:۸۵) ترجمہ: ”جو شخص اچھی سفارش کرتا ہے تو اس میں اس کو بھی حصہ ملتا ہے اور بری سفارش کرتا ہے تو اس کی برائی میں اس کا بھی حصہ لگتا ہے۔“ اچھی سفارش یہی ہے کہ قابل اور دیانت دار آدمی کی سفارش کرے جو خلقِ خدا کے حقوق صحیح طور پر ادا کرے۔ اور بری سفارش یہ ہے کہ نااہل، نالائق، فاسق اور ظالم کی سفارش کر کے اس کو خلقِ خدا پر مسلط کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ووٹوں سے کامیاب ہونے والا امیدوار اپنے پانچ سالہ دور میں جو نیک یا بدعمل کرے گا، ہم اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

ووٹر کی ایک تیسری حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا نمائندہ اور وکیل بناتا ہے، لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی (ذاتی) حق کے متعلق ہوتی اور اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہنچتا اور اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا، تو پھر بھی معاملہ ہلکا تھا۔ مگر یہاں ایسا نہیں، کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جس میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے، اس لیے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لیے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کے گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ تین حیثیتیں رکھتا ہے: ۱:......ایک شہادت۔ ۲:......دوسرے سفارش۔ ۳:......تیسرے حقوقِ مشترکہ میں وکالت۔ تینوں حیثیتوں میں جس طرح نیک، صالح، قابل آدمی کو ووٹ دینا موجبِ ثوابِ عظیم ہے اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں، اسی طرح نااہل یا غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری سفارش بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

ضروری تنبیہ: جس طرح قرآن وسنت کی رو سے یہ واضح ہوا کہ نااہل، ظالم، فاسق اور غلط آدمی کو ووٹ دینا گناہ عظیم ہے؛ اسی طرح ایک اچھے، نیک اور قابل آدمی کو ووٹ دینا ثواب عظیم ہے، بلکہ ایک فریضۂ شرعی ہے۔ قرآن کریم نے جیسے جھوٹی شہادت کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح سچی شہادت کو واجب ولازم بھی فرمایا ہے۔ آج جو خرابیاں انتخابات میں پیش آرہی ہیں؛ ان کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ نیک، صالح حضرات عموماً ووٹ دینے ہی سے

گریز کرنے لگے، جس کا لازمی نتیجہ وہ ہوا جو مشاہدے میں آرہا ہے کہ ووٹ عموماً ان لوگوں کے آتے ہیں جو چند ٹکوں میں خرید لیے جاتے ہیں اور ان لوگوں کے ووٹوں سے جو نمائندے پوری قوم پر مسلط ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہے کہ کس قماش اور کس کردار کے لوگ ہوں گے! اس لیے جس حلقے میں کوئی بھی امیدوار قابل اور نیک معلوم ہو، اُسے ووٹ دینے سے گریز کرنا بھی شرعی حرام اور پوری قوم وملت پر ظلم کے مترادف ہے۔ اور اگر کسی حلقہ میں کوئی بھی امیدوار صحیح معنیٰ میں قابل اور دیانتدار نہ ہو، مگر ان میں سے کوئی ایک صلاحیت کار اور خداترسی کے اصول پر دوسروں کی نسبت غنیمت ہو تو تقلیل شر اور تقلیل ظلم کی نیت سے اس کو بھی ووٹ دے دینا جائز، بلکہ مستحسن ہے۔

مختصر یہ کہ انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کم از کم ایک شہادت کی ہے، جس کا چھپانا بھی حرام ہے اور اس میں جھوٹ بولنا بھی حرام اور اس پر کوئی معاوضہ لینا بھی حرام، اس میں محض ایک سیاسی ہار جیت اور دنیا کا کھیل سمجھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ آپ جس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں، شرعاً آپ اس کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنے نظریے اور علم وعمل اور دیانتداری کی رو سے اس کام کا اہل اور دوسرے امیدواروں سے بہتر ہے۔

جس مقصد کے لیے یہ انتخابات ہو رہے ہیں، اس کی حقیقت کو سامنے رکھیں اور اس سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں:

۱:......آپ کے ووٹ اور شہادت کے ذریعے جو نمائندہ کسی اسمبلی میں پہنچے گا؛ وہ اس سلسلہ میں جتنے اچھے یا بُرے اقدامات کرے گا، اُن کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوگی، آپ بھی اُس کے ثواب یا عذاب میں برابر شریک ہوں گے۔

۲:......اس معاملے میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ شخصی معاملات میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تو اس کا اثر بھی شخصی اور محدود ہوتا ہے، ثواب بھی محدود، عذاب بھی محدود، لیکن قومی اور ملکی معاملات سے پوری قوم متاثر ہوتی ہے۔

۳:......سچی شہادت کا چھپانا از روئے قرآن حرام ہے، اس لیے کسی حلقۂ انتخاب میں اگر کوئی صحیح نظریہ کا حامل اور دیانت دار نمائندہ کھڑا ہے تو اس کو ووٹ دینے میں کوتاہی کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

۴:......جو امیدوار نظریۂ اسلامی کے خلاف کوئی نظریہ رکھتا ہے، اس کو ووٹ دینا ایک جھوٹی شہادت ہے، جو گناہ کبیرہ ہے۔

۵:......ووٹ کو پیسوں کے معاوضے میں دینا بدترین قسم کی رشوت ہے اور چند ٹکوں کی خاطر اسلام اور ملک سے بغاوت ہے۔ دوسروں کی دُنیا سنوارنے کے لیے اپنا دین قربان کر دینا کتنے ہی مال ودولت کے بدلے میں ہو، کوئی دانشمندی نہیں ہوسکتی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''وہ شخص سب سے زیادہ خسارے میں ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنا دین کھو بیٹھے۔'' (سنن ابن ماجہ: ۳۹۶۶)'' (جواہر الفقہ: ۲/۲۹۷ تا ۳۰۱)

آخر میں ہم یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قادیانی جو ملک وملت کے غدار ہیں اور آئین پاکستان کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، تمام سیاسی جماعتیں ان پر نظر رکھیں اور کوئی جماعت انہیں اپنا امیدوار نامزد نہ کرے۔ اسی طرح مسلمان بھی ان کی سرگرمیوں سے خبردار رہیں اور کہیں کوئی قادیانی اسلام کا لبادہ اوڑھے انتخابات میں حصہ لیتا نظر آئے تو فوراً متعلقہ اداروں سے رجوع کریں اور اپنے ووٹ کی طاقت صرف اسلام پسند، محب وطن، تحفظ ختم نبوت وناموس رسالت کے شیدائیوں کو کامیاب بنانے میں صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ انتخابات کو ہمارے ملک میں امن، خوشحالی، ترقی اور عوام کی فلاح وبہبود کا سبب وذریعہ بنائے، ملک دشمن عناصر کی سازشوں کو ناکام بنائے، پاکستان کے ذریعے دنیا بھر میں اسلام کا بول بالا فرمائے، آمین بحرمۃ خاتم النبیین!

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

مولانا قاضی عبداللطیف اختر شجاع آبادیؒ

(وفات:۲۵/جنوری ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ شاہی مسجد شجاع آباد کے خطیب حضرت مولانا قاضی غلام یاسین صاحبؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے دینی تعلیم حضرت مولانا واحد بخشؒ کوٹ مٹھن سے حاصل کی۔ جبکہ دورۂ حدیث شریف مخزن العلوم عیدگاہ خانپور سے کیا۔ وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔

قاضی عبداللطیف صاحبؒ نے عملی زندگی کا آغاز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے کیا۔ آپ نے ردقادیانیت پر مناظرانہ تربیت استاذ المناظرین، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے حاصل کی۔ اس دور میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مرکزی ناظم اعلیٰ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مجلس کے روح رواں اور دل وجان، خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ تھے۔ قاضی اختر صاحبؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ انہوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے تین امراء کے دور امارت میں کام کیا۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا محمد حیاتؒ، حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، حضرت مولانا تاج محمودؒ، حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ، حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی تربیت اور حضرت مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ بہاولپوریؒ، حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کی رفاقت نے قاضی عبداللطیف صاحبؒ کو سلجھا ہوا اچھا خطیب اور ہر دلعزیز مقرر بنادیا تھا۔

قاضی عبداللطیف صاحبؒ کے مجلس احرار اسلام کے رہنما حضرت مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاریؒ سے نیازمندانہ اور برادرانہ تعلقات تھے۔ حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ نے دفتر ختم نبوت ملتان میں تربیت حاصل کرنے کے بعد گوجرانوالہ اور چیچہ وطنی میں بطور مبلغ خدمات سرانجام دیں۔ قاضی صاحبؒ مرکزی مبلغ کے طور پر بھی مجلس میں کام کرتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی مشہور زمانہ تحریک ختم نبوت میں آپ گوجرانوالہ میں مجلس کے مبلغ تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے ”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء“ کتاب شائع ہوئی۔ اس موقع پر قاضی عبداللطیف صاحبؒ سے ایک انٹرویو لے کر کتاب کا حصہ بنایا تھا۔ وہ ملاحظہ ہو:

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف شجاع آبادیؒ فرماتے ہیں کہ: ”تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے زمانہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ کے طور پر میں گوجرانوالہ میں تعینات تھا۔ تحریک کے شباب کو قائم رکھنے کے لئے ضلع بھر کا تبلیغی دورہ کیا۔ پورے ضلع میں تحریک مثالی طور پر کامیاب طریقے سے چل نکلی۔ اب ہمارے ذمہ پروگرام لگا کہ آپ نے شیخوپورہ، فیصل آباد اور جھنگ کا دورہ کرنا ہے۔ چنانچہ ایک ٹرک پر کارکنوں کی کھیپ لے کر میں ان اضلاع کے سفر پر چل نکلا۔ شیخوپورہ اور فیصل آباد کا کامیاب دورہ کیا۔ اسپیکر ٹرک پر نصب تھا۔ جگہ جگہ خطاب ہوئے۔ حکومت کو مخبری ہوگئی۔ ہم فیصل آباد سے جھنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ جھنگ سے پہلے فیصل آباد روڈ پر ریلوے پھاٹک ہے۔ ہمارے ٹرک کے قافلہ کے پہنچنے سے قبل ریلوے پھاٹک بند کردیا گیا۔ پولیس کی بھاری نفری موجود تھی۔ جونہی ٹرک پھاٹک پر پہنچا ہمیں ٹرک وسپیکر سمیت گرفتار کرلیا گیا۔ مختلف دفعات عائد کی گئیں جس میں ناجائز اسلحہ، ربوہ (موجودہ چناب نگر) پر حملہ کرنے اور مرزائیوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ وغیرہ کی غلط سلط جو دفعات ممکن تھیں لگادی

گئیں۔ جھنگ جیل میں مولانا محمد ذاکرؒ جامعہ محمدی (جو بعد میں ایم این اے بنے) مولانا محمد حسین چنیوٹی، مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ وغیرہ علماء کی ٹیم موجود تھی۔ سرسری سماعت کے بعد چھ چھ ماہ قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ جو پوری کر کے رہا ہوئے۔ جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں اس ٹرک کا گھناؤنے انداز میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک تبلیغی سفر تھا۔“

(تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۸۷۴)

حضرت مولانا قاضی عبداللطیفؒ نے شجاع آباد سے بلدیاتی الیکشن بھی لڑا۔ وہ حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ حضرت قاضی احسان احمدؒ نے عمر بھر ان کی تربیت کی۔ ملک بھر میں ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ان کا تعارف کرایا۔ حتیٰ کہ قاضی عبداللطیف اخترؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی وفات کے بعد ان کے جانشین قرار پائے۔ شاہی مسجد، مدرسہ حدیقۃ الاحسان، عیدگاہ شاہی مسجد کے متولی مقرر ہوئے۔ شاہی مسجد کی خطابت کو قاضی عبداللطیف صاحبؒ نے نبھایا اور عمر بھر خوب نبھایا۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف اخترؒ خوش خوراک اور خوش لباس انسان تھے۔ خوش گفتاری بھی ان کا حصہ تھی۔ ناقدانہ طبیعت تھی۔ کسی پر چوٹ کرتے تو اسے آدھ موا کر دیتے تھے۔ حق تعالیٰ نے ان کو خوبیوں سے نوازا تھا۔ ملنسار اچھے کردار کے دوست تھے۔ مسجد و مدرسہ کی خطابت واہتمام کے باعث مجلس تحفظ ختم نبوت سے ملازمت کو ترک کرنا پڑا۔ لیکن تعلق کو کبھی ترک نہ کیا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ اور حضرت مولانا لال حسین اخترؒ کے زمانہ امارت میں مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن رہے۔ چناب نگر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شمولیت کرتے۔ ملک بھر کے رفقاء سے مل کر شگفتہ طبیعت ہو جاتے۔ ان کا کم وبیش چار دن چناب نگر میں قیام رہتا۔ خوب ہنس مکھ انسان تھے۔ خاص انداز سے سر پر سفید رومال اوڑھنے میں وہ بڑے حضرت قاضی صاحبؒ کی طرز ادا کو نبھاتے اور خوب بھلے لگتے تھے۔ چند سال قبل ان کی جامع مسجد شجاع آباد میں ختم نبوت کی کانفرنس تھی۔ اگلے دن فقیر راقم کا بودلہ کالونی میں درس تھا۔ علالت کے باوجود قاضی صاحبؒ درس میں تشریف لائے۔ شریک محفل ہوئے۔ دعاؤں سے نوازا۔ گفتگو پر خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا عبدالغفور حقانی کے ہاں ناشتہ تھا۔ اس میں شریک ہوئے۔

حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحبؒ کچھ عرصہ سے چوٹ لگنے کے باعث صاحب فراش تھے۔ ایک بار ملنے کے لئے حاضری ہوئی، باہر ڈیرہ پر چار پائی لگائے، میز کرسی سجائے، عصا سرہانے رکھا ہوا۔ اجلا خوبصورت لباس زیب تن کئے ہوئے براجمان تھے۔ دیر تک ملاقات جاری رہی۔ ادھر ادھر کی باتیں شروع ہوئیں تو یادوں کے گلستان میں بہار آ گئی کا مصداق ہو گئے۔ جب کبھی ملتان آنا ہوتا تو دفتر ضرور تشریف لاتے۔ وہ ہمارے مخدوم اور قابل احترام رہنما تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے۔ ہمارے حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے گلشن کی مرحوم نے عمر بھر آبیاری کی۔ اس اعتبار سے وہ ہمارے محسن تھے۔

وفات کے روز صبح بیدار ہوئے۔ وضو کیا۔ گھر والوں کو چائے بنانے کا فرمایا۔ خود نماز پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ سجدہ کرنے کے لئے جھکے تو عالم آخرت کو سدھار گئے۔ باوضو نماز کی حالت سجدہ میں وصال۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ جسے نصیب فرمائیں۔ (چمنستانِ ختم نبوت کے گلہائے رنگا رنگ، ج:۱ ص:۳۸۳ تا ۳۸۶)

☆☆ .... ☆☆

”اے لوگو! دین کو لازم پکڑو“

امیر المؤمنین، مولی المتقین، خاتم الخلفاء الراشدین، سیدنا حضرت علی المرتضیٰ ابن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ نے اپنے آخری خطبوں میں سے کسی خطبے میں ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! دین کو لازم پکڑو، اس لیے کہ اس میں گناہ، غیرِ دین میں نیکی سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ دین میں گناہ معاف ہو جاتا ہے، اور غیرِ دین میں نیکی بھی قبول نہیں ہوتی۔“

(روح المعانی، ۳/۱۰۹)

انتخاب:.... خورشید حسین قاسمی

صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَة

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

’’جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دینِ حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے: اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔‘‘ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)
مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یو کے اسلامک مشن

ایک صبح قریش مکہ خوف و دہشت کے مارے ہڑبڑا کر نیند سے بیدار ہوئے کیونکہ ان کی تمام مجالس میں یہ خبر گشت کر رہی تھی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رات کی تاریکی میں مکہ چھوڑ کر چپکے سے کہیں چلے گئے، لیکن قریش کے سردار کسی قیمت پر اس خبر کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ بنی ہاشم اور اصحاب محمد کے ایک ایک گھر میں ان کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ جب وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی تلاشی لینے پہنچے اور ان کی صاحبزادی ’’اسماء‘‘ گھر سے نکل کر ان کے سامنے آئیں تو ابوجہل نے ان سے پوچھا:

’’لڑکی تیرا باپ کہاں ہے؟‘‘

’’مجھے نہیں معلوم کہ وہ اس وقت کہاں ہیں۔‘‘ انہوں نے جواب دیا۔

ان کے اس جواب پر وہ آگ بگولہ ہوگیا اور ہاتھ اٹھا کر ان کے چہرے پر ایسا زوردار تھپڑ مارا کہ ان کی بالی کان سے نکل کر زمین پر گر پڑی۔

جب قریش کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعی مکہ چھوڑ کر نکل گئے ہیں تو ان کا جنون اپنی تمام حدوں کو پار کر گیا، اور انہوں نے کھوجیوں اور سراغ رسانوں کو اس راستے کی نشان دہی کے کام پر لگا دیا، جس سے وہ گزرے ہیں۔ وہ خود بھی ان کے ساتھ تلاش میں نکل پڑے۔ تلاش کرتے کرتے جب وہ غارِ ثور تک پہنچے تو سراغ رسانوں نے کہا کہ تمہارا مطلوبہ شخص اس غار سے آگے نہیں بڑھا ہے۔ اور ان کی یہ بات غلط بھی نہیں تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے رفیق سفر واقعی اسی غار کے اندر تھے اور قریش ان کے سروں پر کھڑے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب ان کے قدموں کو غار کے اُوپر حرکت کرتے ہوئے دیکھا تو ان کی آنکھیں اشک آلود ہوگئیں۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اوپر ایک عتاب آمیز اور محبت بھری نگاہ ڈالی تو انہوں نے آہستہ سے کہا:

’’خدا کی قسم! میں اپنی جان کے خوف سے نہیں رو رہا ہوں بلکہ مجھے اس خوف سے رونا آرہا ہے کہ کہیں آپ کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔‘‘

’’ابوبکر! گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورے اطمینان کے ساتھ کہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبرؓ کے دل پر اطمینان وسکون نازل کر دیا اور وہ قریش کے قدموں کو دیکھتے رہے، پھر انہوں نے کہا:

’’اے اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کسی کی نظر اپنے پاؤں پر پڑ گئی تو وہ ہم کو ضرور دیکھ لے گا۔‘‘

’’ابوبکر! ان دو شخصوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔

اور اسی وقت انہوں نے ایک قریشی نوجوان کو یہ کہتے ہوئے سنا: ’’آؤ چلیں، غار کے اندر چل کر دیکھیں‘‘، لیکن اُمیہ ابن خلف نے اس کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

’’کیا تم اس مکڑی کو نہیں دیکھ رہے ہو جس

نے غار کے منہ پر جالا تان رکھا ہے؟ خدا کی قسم! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیدائش سے بھی پرانا ہے۔'' البتہ اس وقت ابوجہل نے کہا: ''لات وعزیٰ کی قسم! میرا خیال ہے کہ وہ یہیں، کہیں ہم سے قریب ہی موجود ہیں۔ وہ ہماری سب باتیں سن رہے ہیں اور ہماری ساری کارروائیاں دیکھ رہے ہیں لیکن ان کے جادو نے ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔''

تاہم قریش کے لوگ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش سے دست بردار ہوئے نہ ان کا تعاقب کرنے کے ارادے سے باز آئے۔ چنانچہ انہوں نے مکہ اور مدینہ کے درمیان طویل راستوں پر پھیلے ہوئے قبائل میں یہ اعلان کرادیا کہ: ''جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مُردہ یا زندہ کسی حالت میں ان کے سامنے پیش کرے گا، اس کو انعام کے طور پر ایک سو بہترین اونٹ دیئے جائیں گے۔''

سراقہ بن مالک مدلجی مکہ کے قریب ''قُدید'' کے مقام پر اپنے قبیلے کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسی دوران قریش کا ایک قاصد وہاں پہنچا اور اس نے ان کے سامنے اس بڑے انعام کا اعلان کیا جس کو قریش نے اس شخص کے لئے رکھا تھا جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو زندہ یا مردہ کسی حالت میں ان کے سامنے پیش کرے۔ انعام کے سو اونٹوں کا یہ اعلان سنتے ہی سراقہ کے دل میں حرص نے سر اٹھایا اور اس کو انہیں حاصل کرنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی لیکن اس نے ضبط سے کام لیا اور اس کے متعلق ایک لفظ بھی اپنی زبان پر نہیں آنے دیا کہ کہیں دوسرے لوگوں کے دل میں بھی اس کا خیال نہ پیدا ہوجائے اور قبل اس کے کہ سراقہ اس مجلس سے اٹھتا اس کے قبیلے کے ایک شخص نے آکر اطلاع دی کہ: ''خدا کی قسم! ابھی میرے سامنے سے تین آدمی گزرے ہیں، میرا خیال ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ابوبکر اور ان کا راہبر ہیں۔'' مگر سراقہ نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا:

''نہیں! وہ فلاں قبیلے کے لوگ ہیں، جو اپنی ایک گمشدہ اونٹنی کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔''

''شاید وہی ہوں۔'' اتنا کہہ کر وہ شخص خاموش ہوگیا۔

پھر سراقہ اس خیال سے کچھ دیر تک وہاں ٹھہرا رہا کہ کہیں اس کے اٹھنے سے اہل مجلس کو کوئی شبہ نہ پیدا ہوجائے، جب لوگ دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے میں مصروف ہوگئے تو وہ دھیرے سے وہاں سے کھسک آیا اور تیزی سے اپنے گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر پہنچ کر اس نے چپکے سے اپنی لونڈی سے کہا کہ وہ اس کے گھوڑے کو لوگوں کی نظروں سے بچا کر لے جائے اور اسے وادی کے نشیبی حصے میں باندھ دے اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ اس کے ہتھیار گھر کے پیچھے سے نکال کر لے جائے تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے اور انہیں گھوڑے کے قریب ہی کہیں رکھ دے۔

سراقہ نے اپنی زرہ پہنی، بدن پر ہتھیار سجائے اور گھوڑے پر سوار ہوکر اسے سرپٹ چھوڑ دیا تاکہ قبل اس کے کوئی دوسرا شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو گرفتار کرکے قریش کا مقرر کردہ انعام حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے وہ خود ان کو پکڑ لے۔

سراقہ اپنے قبیلے کے معدودے چند ماہر شہسواروں اور مشہور بہادروں میں تھا۔ اس کا قد لمبا اور سر کافی بڑا تھا، وہ ایک تجربہ کار سراغ رساں، کامیاب قیافہ شناس، خطرات کے بالمقابل ثابت قدم رہنے والا، نہایت ہوشیار وعقلمند اور ایک اچھا شاعر تھا اور اس کا گھوڑا بہت عمدہ نسل کا تھا۔ وہ تیز رفتاری کے ساتھ قطعِ مسافت کرتا ہوا اپنی دھن میں مگن منزل کی طرف بڑھتا چلا جارہا تھا کہ اچانک اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ اس کی پشت سے نیچے آرہا، اس نے اسے بدشگونی پر محمول کیا اور دل میں کہا: ''یہ کیا ہے'' اور گھوڑے کو بُرا بھلا کہتا ہوا اس پر سوار ہوگیا۔ تھوڑی دور جاتے جاتے گھوڑے کو دوبارہ ٹھوکر لگی۔ اس نے اور زیادہ بدشگونی محسوس کی اور واپسی کا ارادہ کرنے لگا، لیکن سو اونٹوں کی لالچ نے اس کو اس ارادے سے باز رکھا۔

سراقہ اس جگہ سے.... جہاں اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تھی.... ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اس کی نگاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی پر جا پڑیں۔ اس نے اپنا ہاتھ کمان کی طرف بڑھایا، لیکن وہ اپنی جگہ پر جم کر رہ گیا۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں دھنس رہی ہیں اور سامنے سے دھواں اٹھ کر اس کی اور گھوڑے کی آنکھوں کے سامنے حائل ہورہا ہے۔ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی مگر اس کے پاؤں اس طرح مضبوطی کے ساتھ زمین میں پیوست ہوگئے تھے، جیسے ان میں لوہے کی میخیں ٹھونک دی گئی ہوں۔ تب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے رفیق کی طرف متوجہ ہوکر عاجزانہ لہجے میں کہا:

''میری بات سنئے! آپ دونوں اپنے رب

سے دعا کیجئے کہ وہ میرے گھوڑے کی ٹانگیں زمین سے نکال دے، میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے تعاقب سے باز آجاؤں گا۔‘‘

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا کردی اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین سے نکال دیئے، لیکن اس کا لالچ ازسرنو حرکت میں آگیا اور اس نے گھوڑے کو جوں ہی ان کی طرف بڑھایا، اس کی ٹانگیں اب کی بار پہلے سے زیادہ دھنس گئیں۔ اس نے پھر ان دونوں کو مدد کے لئے پکارتے ہوئے کہا:

’’آپ میرا زادِ راہ، سامان و اسباب اور میرے اسلحے لے لیں، میں خدا کو گواہ بنا کر اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ اپنے پیچھے آپ کے تعاقب میں آنے والوں کو واپس کردوں گا۔‘‘

لیکن ان لوگوں نے جواب دیا: ’’ہمیں تمہارے زادِ راہ اور سامان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم صرف ہمارا پیچھا کرنے والوں کو لوٹا لے جانا۔‘‘

پھر آپ نے اس کے لئے دعا کی اور گھوڑے کی ٹانگیں آزاد ہوگئیں۔ سراقہ نے واپسی سے پہلے ان لوگوں کو پکار کر کہا: ’’ذرا رکئے، مجھے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ خدا کی قسم! میری طرف سے اب کوئی ایسی حرکت نہیں صادر ہوگی جو آپ لوگوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچائے۔‘‘

’’تم ہم سے کیا کہنا چاہتے ہو؟‘‘ انہوں نے رکتے ہوئے کہا: ’’محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! بخدا میں جانتا ہوں کہ دین اور اقتدار قائم ہوکر رہے گا۔ آپ مجھ سے اس بات کا عہد کیجئے کہ اُس وقت جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو آپ مجھے عزت بخشیں گے اور اس کے لئے مجھے ایک تحریر دے دیجئے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا اور انہوں نے ایک چوڑی ہڈی پر یہ تحریر لکھ کر اس کے حوالے کردی اور جب وہ واپس جانے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’سراقہ! اس وقت تم کیسا محسوس کروگے جب تم کِسریٰ کے کنگن پہنوگے؟‘‘

’’کِسریٰ ابن ہُرمُز کے؟‘‘ اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

’’ہاں، ہاں، کسریٰ ابن ہُرمُز کے۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا۔

اس کے بعد سراقہ اپنے قبیلے میں لوٹ آیا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ بڑی سرگرمی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں مصروف ہیں تو ان سے کہا:

’’واپس لوٹ چلو! میں نے ان کی تلاش میں زمین کا چپہ چپہ چھان مارا ہے اور تم لوگ سراغ رسانی میں میری مہارت سے ناواقف نہیں ہو۔‘‘ اور وہ لوگ واپس لوٹ گئے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اپنی اس ملاقات اور باہم طے ہونے والے عہد و پیمان کو پوشیدہ رکھا۔ جب اس کو یقین ہوگیا کہ وہ لوگ قریش کی دسترس سے بچ کر اپنے محفوظ ٹھکانے پر پہنچ چکے ہیں تب اس کا انکشاف کیا۔ جب ابوجہل نے یہ خبر سنی اور اس کے عدم تعاون، بزدلی اور اتنا زریں موقع ضائع کردینے پر اس کی ملامت کی تو اس کا جواب دیتے ہوئے سراقہ نے کہا: ’’ابا حکم و اللہ لو کنت شاھداً لامر جوادی اذ تسوخُ قائمۃ علمت ولم تشکک بان محمداً رسول ببرھان فمن ذا یقاومہ۔‘‘

’’ابوالحکم! اگر تم اس واقعے کو دیکھتے جو میرے گھوڑے کے ساتھ پیش آیا تھا، جب اس کے پاؤں زمین میں دھنس رہے تھے، تو تم کسی ریب و شک کے بغیر یہ جان لیتے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دلیل و برہان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر ایسی صورت میں کون ہے جو ان کے سامنے تابِ مقاومت رکھتا ہے۔‘‘

زمانہ اپنی معمول کی رفتار سے گردش کرتا رہا۔ سورج مشرق سے طلوع ہوتا اور مغرب میں ڈوبتا رہا۔ دن، مہینوں میں اور مہینے سالوں میں بدلتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جب وہی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)....جو بے یارومددگار، بے کسی اور لاچاری کی حالت میں رات کی تاریکی میں چھپ کر مکے سے نکلے تھے.... ہزاروں چمکتی تلواروں اور گندم گوں نیزوں کی جھرمٹ میں فاتحانہ انداز سے اس میں داخل ہورہے تھے، اور قریش کے وہ بڑے بڑے مغرور سردار اور اس کے عظیم المرتبت متکبر زعماء جنہوں نے زمین کو اپنے ظلم و جبر سے بھردیا تھا۔ خوف و دہشت سے لرزہ براندام ان کے سامنے کھڑے، دامن پسارے رحم و کرم کی بھیک مانگ رہے تھے۔ وہ پوچھ رہے تھے کہ آپ ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ اور وہ انبیائی عفوودرگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: ’’اذھبوا فانتم الطلقاء‘‘ (جاؤ! تم پر کوئی دارو گیر نہیں ہے۔ آج تم سب آزاد ہو)۔

اس وقت سراقہ نے اپنی سواری تیار کی اور اس پر سوار ہوکر چل پڑا تا کہ بارگاہ رسالت مآب

میں حاضر ہوکر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کرے۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں وہ تحریری عہدنامہ تھا جو دس سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو لکھ کر دیا تھا۔سراقہؓ بیان کرتے ہیں:

’’میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام ’’جعرانہ‘‘ پر قیام پذیر تھے۔ میں اسلامی فوج کے ایک دستے میں داخل ہوا جو انصاری سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ وہ مجھ کو اپنے نیزوں کے پچھلے سِروں سے مار مار کر کہہ رہے تھے: ’’دُور ہٹ، دُور ہٹ، کیا چاہتا ہے۔‘‘ لیکن میں برابر ان کی صفوں کو چیر کر آگے بڑھتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر تشریف فرما تھے۔ میں نے عہدنامے کو اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بلند کرتے ہوئے کہا: ’’اے اللہ کے رسول! میں سراقہ بن مالک ہوں اور یہ وہ تحریر ہے جو آپ نے مجھے لکھ کر دی تھی۔‘‘

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’ادن منّی یا سراقہ ادن.... ھذا یوم وفاء وبرّ

سراقہ! میرے قریب آؤ... میرے قریب... یہ ایفائے عہد اور حسنِ سلوک کا دن ہے۔‘‘

پھر میں نے سامنے پہنچ کر اپنے اسلام کا اعلان کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسان اور حسنِ سلوک سے بہرہ یاب ہوا۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت سراقہ ابن مالک رضی اللہ عنہ کی اس ملاقات کو ابھی چند ہی مہینے گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا۔حضرت سراقہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر بے حد غمگین ہوئے اوران کی آنکھوں کے سامنے اس روز کا منظر گردش کرنے لگا، جب انہوں نے سو اونٹوں کے لالچ میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، اور آج یہ حال ہے کہ دنیا کے سارے اونٹوں کی حیثیت ان کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناخن کے ایک تراشے کے برابر بھی نہیں تھی۔ وہ بار بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کا دہرا رہے تھے:

’’کیف بک یا سراقہ اذ لبست سوارئ کسریٰ۔‘‘

’’سراقہ! اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم کِسریٰ کے کنگن پہنو گے۔‘‘

اوران کو اس بات میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں تھا کہ ایک دن وہ انہیں ضرور پہنیں گے۔

زمانے کی گردش نے حالات و واقعات میں انقلاب وتبدیلی کے اپنے عمل کو مسلسل جاری رکھا، یہاں تک کہ مسلمانوں کی خلافت کی ذمہ داری خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر آپڑی اور ان کے عہد مبارک میں مسلمانوں کی فوجیں آندھی طوفان کی طرح ایران کی سلطنت پر ٹوٹ پڑیں، وہ پے در پے قلعوں پر قلعے فتح کرتی، فوجوں کو شکست پر شکست دیتی، تختوں کو الٹتی اور اموالِ غنیمت سمیٹتی چلی جارہی تھیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں شاہانِ کسریٰ کی عظیم سلطنت کا خاتمہ کرادیا۔

یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری زمانے کی بات ہے۔ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے قاصد فتح کی بشارت لے کر دربارِ خلافت میں حاضر ہوئے۔ وہ اپنے ساتھ مسلمانوں کے بیت المال کے لئے اس مالِ غنیمت کا خمس بھی لائے تھے جس کو غازیانِ اسلام نے حاصل کیا تھا۔ جب وہ تمام چیزیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھی گئیں تو انہیں دیکھ کر حیران وششدرہ رہ گئے۔ ان چیزوں میں کِسریٰ کا وہ تاج تھا جو موتیوں سے مرصع تھا، اس کے وہ کپڑے تھے جن کے اوپر زر دوزی کا کام ہوا تھا، اس کا وہ پٹکا تھا جس میں جواہرات اور ہیرے جڑے ہوئے تھے، اس کے وہ کنگن تھے جن کے مثل کسی آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور ان کے علاوہ دوسری بے شمار قیمتی اور نفیس چیزیں تھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس قیمتی خزانے کو ایک چھڑی سے.... جو اس وقت ان کے ہاتھ میں تھی... الٹ پلٹ کررہے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے گرد وپیش کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا: ’’جن لوگوں نے اس امانت کو ادا کیا ہے، یقیناً! وہ انتہائی امانت دار لوگ ہیں۔‘‘

خلیفہ کی یہ بات سن کر حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے... جو اس وقت وہاں موجود تھے... ان سے کہا:

’’امیرالمومنین! آپ نے لوگوں کے اموال پر دست درازی سے احتراز کیا، اسی لئے آپ کی رعایا بھی ان سے مجتنب رہی۔ اگر آپ ان کا مال غلط طریقے سے کھاتے تو وہ بھی کھاتی۔‘‘

اس موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سراقہ ابن مالکؓ کو طلب فرمایا، ان کو کسریٰ کی قمیص، اس کا پائجامہ، اس کی قبا اور اس کے موزے پہنائے، اس کی تلوار اور پٹکا ان کی کمر میں باندھا اور اس کا تاج اُن کے سر پر رکھا۔ پھر دونوں کنگن،

جی ہاں، دونوں کنگن ان کے ہاتھوں میں پہنائے۔ اس وقت مسلمانوں نے بلند آواز سے نعرہ لگایا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان کی طرف رُخ کرتے ہوئے فرمایا: ''واہ، وا....خدا کی شان، بنی مدلج کا ایک معمولی بدو اور اس کے سر پر کسریٰ کا تاج اور ہاتھوں میں اس کے کنگن!!'' پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا: ''خدایا! تو نے یہ مال اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں دیا، حالانکہ وہ تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب و مکرم تھے، اور تو نے یہ مال ابوبکرؓ کو بھی نہیں دیا، حالانکہ وہ بھی تیرے نزدیک مجھ سے زیادہ محبوب و مکرم تھے اور تو نے یہ مال مجھ کو عطا فرمایا ہے۔ میرے معبود! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ یہ مال تو نے مجھے اس کے فریب میں مبتلا کرنے کے لئے دیا ہو۔''

پھر جب تک انہوں نے وہ سارا مال مسلمانوں میں تقسیم نہیں کر لیا، اپنی جگہ سے نہیں اٹھے۔ ☆☆

مولانا عبدالمعبود رحمۃ اللہ علیہ، راولپنڈی

مولانا عبدالمعبودؒ راولپنڈی کے نامور عالم دین تھے۔ آپ راولپنڈی کے مضافات فقیریہ میں ۵/جولائی ۱۹۳۶ میں پیدا ہوئے، اسکول میں تعلیم کے لئے داخل ہوئے آٹھویں کلاس میں تھے کہ والد محترم نے انہیں اسکول سے اٹھا کر دینی تعلیم کے لئے ''سواں'' کے عالم دین مولانا احمد دینؒ کی تعلیم وتربیت میں پہنچا دیا۔ ابھی زیر تعلیم تھے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک شروع ہوئی اور جب تحریک زوروں پر پہنچی تو آپ نے اپنے احباب ورفقاء کے ساتھ تحریک میں گرفتاری پیش کی۔ ۱۹۴۵ء میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے دورۂ تفسیر پڑھا۔ بھیں چکوال میں امام اہلسنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے والد محترم کرم الدین دبیرؒ کے قائم کردہ مدرسہ اظہار الاسلام میں داخلہ لیا۔ جامعہ عثمانیہ ورکشاپی محلہ میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے۔ بھیں میں مولانا خلیل الرحمٰنؒ سے کچھ عرصہ اکتساب علم کیا۔ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید مولانا عبدالحنان ہزارویؒ اور مولانا عبدالحکیم ہزارویؒ کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ دورۂ حدیث شریف دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے کیا۔ مختلف مساجد میں امامت وخطابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ مولانا غلام اللہ خانؒ سے مسئلہ توحید پر خاص تربیت حاصل کی، جبکہ مولانا قاضی مظہر حسینؒ چکوال سے اعتدال و استدلال سیکھا۔ تعلیم القرآن میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود مماتیت سے محفوظ رہے۔ مولانا قاضی مظہر حسینؒ کی صحبت سے یزیدیت سے اللہ پاک نے بچائے رکھا۔ اصلاحی تعلق شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تھا۔ حضرت کی وفات کے بعد آپ کے جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا، لیکن اجازت وخلافت شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے خلیفہ مجاز حضرت صوفی محمد یونس نے عنایت فرمائی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ نے کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار میں قائم کیا اور مولانا عبدالمعبودؒ کو اس کا نگران وانچارج مقرر کیا۔ آگے چل کر مماتیت کا فتنہ آڑے آیا اور اس کو کتب خانہ رشیدیہ چھوڑنا پڑا۔ تصنیف وتالیف: آپ نے ۱۹۷۳ء میں ''بنو امیہ اور بنو عباس میں تعلقات'' کے عنوان سے رسالہ لکھا۔ آپ نے ''تاریخ المدینۃ المنورۃ'' کے نام سے ایک جامع کتاب مرتب فرمائی، جسے مولانا غلام اللہ خانؒ اور حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ نے تحسین کی نگاہ سے دیکھا، نیز حضرت انورؒ نے ''تاریخ المکۃ المکرمۃ'' لکھنے کی بھی خواہش فرمائی تو مولانا نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک ہزار صفحات سے زائد تین جلدوں پر مشتمل مرتب فرمائی جو کئی مرتبہ چھپ کر تحسین کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے۔ نیز راہنمائے حج وعمرہ، مسائل رمضان، سیرت سیدنا حمزہؓ، مسواک کی فضیلت، سوانح شیخ القرآن، عہد نبوی میں نظام تعلیم، خواتین کی نماز، رسول اللہ کی محبوب دعائیں، نماز کی مکمل کتاب، مسائل میت، فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا، عمدۃ المناسک، خواتین کا حج وعمرہ، شمائل وفضائل نبوی، سیرت امہات المومنین، ایصالِ ثواب کی شرعی حیثیت، خواتین کا فقہی انسائیکلوپیڈیا، عظمت والدین، شاہ کونین کی شہزادیاں، تربیت اولاد، تذکرۂ اہل بیت اطہار، تذکرہ مصنفین صحاح ستہ، مسائل قربانی، عقائد اسلامی، فن اسماء الرجال، عقیدۂ شیخ القرآن سمیت ۲۹ کتب تصنیف فرمائیں۔ موخرالذکر کتاب عقیدہ شیخ القرآن میں آپ نے دلائل سے ثابت کیا کہ مولانا غلام اللہ خانؒ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات فی القبر اور سماع صلوٰۃ وسلام کے قائل تھے۔ بہرحال آپ نے مسلک اعتدال کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ بالا کتب تحریر فرمائیں نیز آپ نے مدرسہ قاسم العلوم، جامعہ عائشہ صدیقہؓ کے نام سے مدارس قائم کئے اور مدنی مسجد کے نام سے مسجد بنوائی۔ اللہ پاک نے آپ کو چار مرتبہ حج اور کئی مرتبہ عمرے نصیب فرمائے۔ موصوف بہت ہی محبت والے انسان تھے، کئی مرتبہ ان کی خدمت میں حاضری ہوئی انتہائی شفقت ومحبت سے پیش آئے راقم کی جماعتی کارکردگی کو سن کر بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اللہ پاک نے آپ کو دو بیٹے اور بیٹیاں عطا فرمائیں۔ ۲۱/نومبر ۲۰۲۳ء کو ان کا انتقال ہوا اسی روز عشا کی نماز کے بعد تقریباً آٹھ بجے ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ امامت کے فرائض ان کے فرزند اکبر قاری خلیل الرحمٰن نے سرانجام دیئے۔ اتفاق سے راقم مغرب کے وقت اسلام آباد دفتر پہنچا۔ مولانا محمد طیب اور مولانا محمد طارق معاویہ کی معیت میں جنازہ میں شرکت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں، آمین۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

ماں ہو تو ایسی....

جویریہ قیصر، جھنگ

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کی والدہ محترمہ سیدہ خیرالنساء بہتر صاحبہ رحمہا اللہ.....

جن کو بچپن ہی میں مذہب سے خوب لگاؤ تھا اپنے بڑے بھائی سید عبیداللہ بن سید عبدالحئی سے قرآن کریم حفظ کیا اور پھر رمضان المبارک میں تراویح میں قرآن سنانے کا مشغلہ رہا اور آپ قرآن کریم بڑے لطف لے لے کر پڑھا کرتی تھیں آپؒ نے بچپن ہی میں فارسی، اردو لکھنا پڑھنا سیکھی اور بچپن ہی میں مالابدمنہ، راہ نجات از شاہ رفیع الدینؒ اور ان کا ترجمہ پڑھ لیا۔ تعبیر الرؤیا اور مجربات دیربی کا مطالعہ کر لیا آپ کی تربیت انتہائی صوفی منش ماحول میں ہوئی۔

سیدہ کی شادی مولانا عبدالحئی (ناظم ندوۃ العلماء) سے ہوئی جبکہ آپ کا رشتہ آپ کے چچا کے گھر میں ہونا تھا لیکن خیرالنساء نے مفلس مولوی سے نکاح کو محض اس کی دینداری اور تقویٰ کی بناء پر ترجیح دی تو خدائے ذوالجلال والاکرام نے اپنے انعامات کی بارش فرمادی۔

خیرالنساء کی فراست اور صبر: شادی کے ابتدائی ایام بڑے تنگی میں گزرے، ان کی والدہ گھر سے کچھ نہ کچھ بھیج دیتی جو کہ خوددار اور صابرہ خاتون خیرالنساء کو کچھ خلاف وضع لگنے لگا اگر کوئی گھر سے آپ کو ملنے آتا تو ہانڈی چولہے پر چڑھا کر اس میں پانی ڈال دیتیں تو آنے والے کو یہ محسوس ہوتا کہ گھر میں ہانڈی پک رہی ہے۔

خوشحالی کا دور:

مولانا عبدالحی رحمہ اللہ اچھے حکیم بھی تھے خیرالنساء نے مطب کھولنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ مطب کھول دیا گیا اور اللہ نے اس میں ایسی برکت رکھی کہ مہمانوں کے لیے دسترخوان بچھ گیا سیدہ خود لکھتی ہیں کہ یہ گھر میرے لیے جنت اور یہ خدمت میرے لیے رحمت تھی گویا کہ میں سایہ رحمت میں آگئی نہ کوئی فکر نہ کوئی غم، ہر گھڑی شکر میں گزارنے لگی۔

> سیدہ خیرالنساء صاحبہ نے اپنی کتابوں میں عورتوں کو تعمیر معاشرہ، تشکیل خاندان اور ادب وآداب کے بارے میں رہنمائی کی

کس زباں سے کروں میں شکر ادا
ترے انعام و لطف بے حد کا
تو نے مجھ کو کیا بنی آدم
اشرف الخلق اکرام العالم

تعلق بیعت:

یوں تو سیدہ اپنی زندگی کے ماہ و سال تقویٰ، دینداری کی بہاروں میں گزارتی تھیں کیونکہ جب آنکھ کھولی تو گھر میں تقویٰ کی ریل پیل دیکھی زندگی بھر صبر اور شکر کا نمونہ بنی رہیں اور بیعت کا تعلق بانی جماعت دعوت تبلیغ حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ سے ان کی وفات تک رہا، آپؒ کے بعد محترمہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئیں۔

زہد، عبادت، خشیت الٰہی:

مولانا ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"میں نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت سے اپنی والدہ ماجدہ کو تہجد کا پابند پایا۔ تہجد میں خوف خدا سے اس قدر روتیں کہ آنسوؤں سے جائے نماز تر ہو جاتی، کبھی بھی اپنے لیے یا اولاد کے لیے دنیا کی خواہش نہ کی، نہ دعا کی، صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت، دینی خوبیاں ملنے اور دین کی خدمت کی توفیق کے بارے میں دعا کرتیں۔ تہجد کے بعد فرض نماز تک لا الہ الا اللہ کا ذکر کرتیں کبھی آندھی، سخت بارش اور بادلوں کی گھن گرج دیکھتیں تو گھبراہٹ میں مبتلا ہو جاتیں اور کونے میں جا کر دعاؤں میں مشغول ہو جاتیں کیونکہ سنت نبوی سے یہی منقول ہے۔ آپ سنت کا خوب اہتمام فرماتیں۔ جمعہ کے دن "سورۃ الکہف" پڑھنے کا معمول تھا۔

سیدہ خیرالنساء بہتر صاحبہ اپنی تحریرات اور مناجات کی روشنی میں ایک بہترین واعظہ اور ہندی عورتوں کی بہترین تربیت کرنے والی بن

کے ابھریں، انہوں نے اپنی کتابوں میں عورتوں کو تعمیر معاشرہ، تشکیل خاندان اور ادب وآداب کے بارے میں رہنمائی کی۔ اپنی ایک کتاب میں عورت کے مصنف ہونے پر یوں لکھتی ہیں: ”خاتون جب قلم اٹھاتی ہے تو اس طرح نقش قائم کرتی ہے اور اجتماع وعلم النفس کی حقیقتوں اور معاشرے کی تصویروں کو سادہ رواں جملوں میں اس طرح پیش کرتی ہے کہ وہ زندہ اور متحرک معلوم ہونے لگتی ہیں۔ انہوں نے خواتین کو علم حاصل کرنے کی رغبت دلائی اور تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت کی۔ اسی طرح بچیوں کو روک ٹوک نہ کرنے کے نقصانات اور ان کی ہر خواہش پوری کرنے اور نصیحت نہ کرنے اور زمانے کے نشیب و فراز سے عدم آگاہی کو خواتین کی نوجوان نسل کی تباہی کا ذمہ دار قرار دیا۔ اسی طرح ازدواجی زندگی کے اہم پہلوؤں کی نشاندہی کرتے ہوئے انہیں شوہر اور دیگر سسرال والوں کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کے بارے میں دوٹوک واضح الفاظ میں ہدایات دیں۔

دنیا سے بے رغبتی:

دنیا کی بے ثباتی، دنیا کی حقارت اور دنیا سے بے تعلقی اور اس کو کمتر اور حقیر وذلیل سمجھنا ان کا ایسا حال تھا کہ جس میں تصنع کا بالکل دخل ہی نہ تھا۔ دوسری طرف دنیا برتنے کا وہ سلیقہ اور دنیاوی معاملات میں ایسی دقیق انداز تربیت اور معاشرے کے ہر شعبے میں ایسی باریک بینی اور امور خانہ میں ایسی ذہانت اگر کوئی ان پہلوؤں کو دیکھے تو سوچے کہ ایسا آدمی دعا، مناجات اور عبادت وتلاوت کے لیے وقت اور دماغ کہاں سے لاتا ہے؟

دنیا سے بزبان شعری خطاب:

گھبرا نہ ہم سے دنیا تجھ میں نہ ہم رہیں گے
اپنا وطن عدم ہے جا کر وہی بسیں گے
شیوا تیرا دغا ہے، شیوا تیرا جفا ہے
تو سخت بے وفا ہے، ہم صاف ہی کہیں گے
آتا ہے جو یہاں وہ رہتا ہے تجھ سے نالاں
اک روز ہم بھی تجھ سے منہ پھیر کر چلیں گے
تو ہم سے گر خفا ہو پروا نہیں ہے ہم کو
مالک ہو ہم سے راضی جس کے یہاں رہیں گے
بھیجا تھا اس نے ہم کو تیرے یہاں یہ کہہ کر
جب ظلم ہوگا تجھ پر انصاف ہم کریں گے
انصاف کیا ہو بہتر یہ ظلم کی ہے بانی
جو کچھ ستم کرے گی سب کچھ ہم وہ سہیں گے

خدا پر بھروسہ اور یقین:

خیر النساء کو اللہ پر کتنا تعجب انگیز بھروسہ تھا اس کا اندازہ ان کے ان اشعار سے لگایا جاسکتا ہے:

جو مانگا ہے جو مانگیں گے خدا سے ہم وہی لیں گے
مچل جائیں گے روئیں گے کہیں گے ہم یہی لیں گے
نہیں گو ہم کسی قابل مگر تیری عنایت ہے
جو تیری شان کے لائق ہے ہم تجھ سے وہی لیں گے
کیا تو نے طلب ہم کو اٹھیں گے ہم نہ اس در سے
نہ جائیں گے نہ جائیں گے ابھی لیں گے وہی لیں گے
ارے بہتر نہ گھبرا جو مانگے گی وہ پائے گی
کہے گی جب تو یہ رو کر ہم اس دم یہی لیں گے

ارض حجاز سے واپسی پر دعا:

اے خدا پھر اسی دربار میں لانا مجھ کو
اپنے دربار کا سائل ہی بنانا مجھ کو
پھر تیرے خانہ کعبہ کا کروں آ کے طواف
پھر مزے لطف ومحبت کے چکھانا مجھ کو
روضہ پاک پہ کروں ہر دم جا کے سلام
اور ملے ارض مقدس میں ٹھکانا مجھ کو
زندگی میرے خدایا ترے در پہ گزرے
ساتھ ایماں کے دنیا سے اٹھانا مجھ کو
ہند میں رہ کر نہیں خدایا راحت مجھ کو
اب طیبہ ہی میں مل جائے ٹھکانا مجھ کو
قلب ہے میرا ضعیف اور سفر ہے مشکل
تو اگر چاہے تو مشکل نہیں آنا مجھ کو

سیدہ خیر النساء کے آخری لمحات:

آپ کی آخری عمر میں بینائی ختم ہوگئی تھی پیروں میں طاقت بھی نہیں رہی تھی لیکن پھر بھی نوافل، تلاوت ذکر وغیرہ اس کی راہ میں رکاوٹ نہیں تھے بلکہ اور زیادہ اہتمام کرنے لگ گئیں تھیں بالکل آخر میں چند دن جو مجبوراً دوائیوں کے زیر اثر سوتے گزرے ان کے سوا کوئی لحہ اللہ اور اس کے رسول کی یاد سے غافل نہیں گزرا آخری دنوں میں اپنے یہ اشعار پڑھتی تھیں۔

جینے کی تمنا ہے نہ مرنے کا غم مجھ کو
ہے فکر تو یہ بس تجھے بھولوں نہ کسی دم
چپ ہو نہ زباں میری تیری حمد وثناء میں
فرق آنے نہ پائے وہ تسلیم رضا میں
جب تک رہوں زندہ تری الفت کا بھروں دم
بھولوں نہ تجھے میں مجھے رکھ یاد تو ہر دم

آخری دن طبیعت میں بڑا سکون تھا فجر کی نماز پڑھی اور جب چاشت کا وقت آیا تو تیمم کرکے نماز ادا کی اور ظہر کی نماز پڑھ کر تین گھنٹے تک ذکر کرتی رہیں۔ تقریباً پونے چھ بجے ذکر کی آواز معدوم ہوئی تو کسی نے اٹھ کر دیکھا تو جان جان آفریں کے سپرد کر چکیں تھیں۔ آپ چھ جمادی الثانی 31/اگست 1968ء کو 93 سال کی عمر پا کر خالق حقیقی سے جاملیں۔☆☆

قادیانیوں کے حمایتی اداروں اور حلقوں کے نام

دوٹوک پیغام

بیان:.... حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ

حضرات محترم! آج میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے حوالہ سے قادیانی مسئلہ کے ایک پہلو پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہمارا اور قادیانیوں کا اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ ان کا مذہب ہمارے مذہب سے الگ ہے اور ہم دونوں ایک مذہب کے پیروکار نہیں ہیں تو پھر قادیانیوں کو مسلمانوں کے مذہب کا نام، اصطلاحات، علامات اور ٹائٹل استعمال کرنے پر اس قدر اصرار اور ضد کیوں ہے؟ اور وہ ایک الگ اور نئے مذہب کا پیروکار ہونے کے باوجود اپنا نام، علامات اور اصطلاحات و شعائر الگ اختیار کرنے کے لیے تیار کیوں نہیں ہیں؟ فی الوقت قادیانیوں کے ساتھ ہمارا یہی سب سے بڑا تنازعہ ہے جس کے لیے انہوں نے بین الاقوامی اداروں اور عالمی میڈیا میں مسلمانوں کے خلاف مورچہ بندی کر رکھی ہے اور بہت سے بین الاقوامی ادارے اور فورم بلا جواز ان کی حمایت بلکہ پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند شواہد آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ ہم تو قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک نئے مذہب کا پیروکار کہتے ہی ہیں لیکن خود قادیانیوں نے بھی متعدد مراحل پر اس کا باقاعدہ اعلان کیا ہے، ان میں سے پانچ مواقع کا حوالہ دینا چاہوں گا:

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کے دعویٰ کے ساتھ ہی اعلان کیا کہ ان پر ایمان نہ لانے والے حضرات خواہ کہیں بھی ہوں وہ مسلمان نہیں ہیں۔ یہ اس بات کا کھلم کھلا اظہار تھا کہ وہ دنیا بھر کے ان مسلمانوں کو اپنے مذہب کا حصہ نہیں سمجھتے جو ان پر ایمان نہیں لائے۔ مرزا صاحب نے تو اس سے آگے خود پر ایمان نہ لانے والوں کو اور بھی بہت کچھ کہا ہے اور ان کے بارے میں بہت سخت زبان استعمال کی ہے لیکن میں اسے ’’جھوٹے نبیوں کی زبان‘‘ سمجھتے ہوئے استعمال نہیں کروں گا، میں نے یہ زبان صرف ایک دفعہ استعمال کی تھی جب طالب علمی کے دور میں گکھڑ میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے میں نے مسلمانوں کے بارے میں مرزا قادیانی کے چند الفاظ کا ذکر کر کے انہی الفاظ میں جواب دیا تو والد محترم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے مجھے پکڑ کر مائیک سے پیچھے ہٹا دیا اور خود مائیک پر تشریف لا کر لوگوں سے معذرت کی کہ بچہ ہے غلط باتیں کر گیا ہے۔ اس کے بعد سے آج تک بحمد اللہ تعالیٰ کبھی ’’جھوٹے نبیوں والی زبان‘‘ کسی جلسہ میں استعمال نہیں کی۔

چنانچہ جب مرزا قادیانی خود پر ایمان نہ لانے والوں کو اپنے مذہب میں شامل نہیں سمجھتے تو مسلمانوں کے مذہب کے ساتھ نتھی رہنے کی ضد بھی قادیانیوں کو بہر حال چھوڑ دینی چاہیے کہ اس کا کسی طرح بھی کوئی جواز نہیں بنتا۔

قادیانی مذہب جب مرزا قادیانی کے جانشین حکیم نور الدین بھیروی کی وفات کے بعد دو دھڑوں میں تقسیم ہو گیا اور لاہوری گروپ کے سربراہ مولوی محمد علی نے اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت اعلان کیا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا پیشوا تو مانتے ہیں مگر نبی تسلیم نہیں کرتے تو مرزا قادیانی کے فرزند اور اس وقت کی قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے انہیں بھی ایک الگ مذہب کا پیروکار اور اپنے ’’دائرۂ اسلام‘‘ سے خارج قرار دے دیا۔ یہ بھی اس بات کا دوٹوک اعلان تھا کہ وہ صرف ان لوگوں کو اپنا ہم مذہب سمجھتے ہیں جو مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں، ان کے علاوہ دنیا کا کوئی گروہ یا فرد ان کا ہم مذہب نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک تو قادیانی اور لاہوری دونوں گروہ ایک ہی حیثیت رکھتے ہیں اور دونوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر قادیانیوں نے مرزا قادیانی کو نبی نہ ماننے پر مرزا کے ان پیروکاروں کو بھی الگ مذہب کا حامل قرار دے دیا تھا جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب کو سب سے الگ اور جدا مذہب سمجھتے ہیں۔ مگر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ وہ اس الگ مذہب کے لیے الگ نام اور شعائر و علامات اختیار کرنے کے

لیے تیار نہیں ہیں۔

قیام پاکستان کے موقع پر پنجاب کی تقسیم کے لیے قائم کیے جانے والے ریڈ کلف کمیشن کے سامنے قادیان اور ضلع گورداس پور کی آبادی کے بارے میں خود کو مسلمانوں میں شمار کروانے کی بجائے قادیانیوں نے اپنا کیس الگ پیش کیا جس کی وجہ سے گورداس پور کو پاکستان کی بجائے بھارت میں شامل کیا گیا اور اس کے نتیجے میں کشمیر کا مسئلہ کھڑا ہوا، یہ قادیانیوں کی طرف سے باضابطہ دستاویزی شہادت تھی کہ وہ مسلمانوں سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں۔

پاکستان کے قیام کے بعد معروف قادیانی راہنما چودھری ظفر اللہ خان بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی کابینہ میں وزیر خارجہ تھے مگر قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات کے بعد جب ان کی نماز جنازہ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی امامت میں ادا کی جا رہی تھی تو ظفر اللہ خان وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی جنازہ میں شریک نہیں ہوئے اور قومی پریس کے ریکارڈ کے مطابق پوچھنے والوں کو جواب دیا کہ مجھے مسلمان حکومت کا کافر وزیر یا کافر حکومت کا مسلمان وزیر سمجھ لیا جائے۔ یہ بھی اس امر کا واضح اعلان تھا کہ قادیانیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے۔

۱۹۷۴ء کے دوران جب پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ قادیانی مسئلہ پر بحث کر رہی تھی جس کے نتیجے میں قادیانیوں کو دستوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس موقع پر قادیانی امت کے دونوں گروہوں یعنی قادیانیوں اور لاہوریوں کے سربراہوں مرزا ناصر احمد اور مولوی صدر دین کو قومی اسمبلی کے سامنے اپنا موقف پیش کرنے کا موقع دیا گیا اور کئی روز تک وہ ایوان میں بحث و مباحثہ کا حصہ رہے۔ اس مرحلہ پر بھی مرزا ناصر احمد نے پارلیمنٹ کے فلور پر واضح اعلان کیا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لانے والوں کو اپنے مذہب کا حصہ نہیں سمجھتے اور وہ سب ان کے نزدیک ''دائرہ اسلام'' سے خارج ہیں۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کا مذہب الگ الگ ہونے پر یہ پانچ شہادتیں تو قادیانی کیمپ کی ہیں جن میں انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ وہ مسلمانوں سے الگ مذہب رکھتے ہیں، دوسری طرف مسلمانوں کی طرف سے بھی بار بار اجتماعی طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا کہ قادیانی مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ مسلمانوں سے الگ ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں، ان میں سے دس اہم شہادتوں کا آج کی محفل میں تذکرہ کروں گا۔

مرزا قادیانی کی طرف سے نبوت کے دعوی کے ساتھ ہی مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام نے متفقہ طور پر اعلان کیا کہ مرزا قادیانی اور ان کو ماننے والے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ان میں حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اور حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

مفکر پاکستان علامہ محمد اقبالؒ نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ قرار دیتے ہوئے انگریزی حکومت سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں کے ساتھ شمار نہ کیا جائے۔

برطانوی دور میں ریاست بہاولپور کی عدالت نے تفصیلی بحث و مباحثہ کے بعد قرار دیا کہ قادیانیوں کا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اس کیس میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا سید محمد انور شاہؒ اور حضرت مولانا غلام محمد گھوٹویؒ جیسے اکابر پیش ہوئے تھے۔

۱۹۵۳ء کے دوران تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ مذہب کا پیروکار قرار دیتے ہوئے حکومت پاکستان سے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا اور اس پر ملک بھر میں پر جوش عوامی تحریک چلی۔

۱۹۷۴ء کے دوران پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے مسلمانوں اور قادیانیوں کے دلائل تفصیل کے ساتھ سننے کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیتوں میں شمار کرنے کا دستوری فیصلہ کیا۔

صدر ضیاء الحق مرحوم نے اپنے دور میں قادیانیوں کو اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مذہبی اصطلاحات و علامت کے استعمال سے روکنے کا قانون نافذ کیا تو ۱۹۸۵ء میں منتخب ہونے والی پارلیمنٹ نے اس کی توثیق کر کے اسے قومی فیصلہ کی حیثیت دے دی۔

جناب یوسف رضا گیلانی کے دور حکومت میں پورے دستور پر نظر ثانی کی گئی تو اس وقت کی منتخب پارلیمنٹ نے ایک بار پھر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلہ کو بحال رکھنے کا اعلان کیا۔

ابھی چند ماہ قبل انتخابی ترامیم کے حوالہ سے یہ بحث پھر اسمبلی میں سامنے آئی تو منتخب پارلیمنٹ نے چوتھی بار قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ قرار دینے کا متفقہ اعلان کیا۔

عالمی سطح پر رابطہ عالم اسلامی نے ۱۹۷۴ء کے دوران مکہ مکرمہ میں منعقدہ بین الاقوامی کانفرنس کی طرف سے اعلان کیا کہ قادیانی مذہب کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے جو پورے عالم اسلام کا متفقہ فیصلہ تھا۔

بہاولپور کی ریاستی عدالت سے لے کر پاکستان کی سپریم کورٹ تک یہ مسئلہ متعدد بار عدالتی فورموں پر زیر بحث آیا اور بالآخر وفاقی شرعی عدالت اور عدالت عظمٰی نے واضح فیصلوں میں قادیانیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے قطعی طور پر ایک الگ مذہب کا پیروکار قرار دے دیا۔

حضرات گرامی! میں نے تاریخ کے ریکارڈ سے پانچ فیصلے قادیانیوں کے اور دس فیصلے مسلمانوں کے بیان کیے ہیں کہ قادیانیوں کا مذہب مسلمانوں سے الگ ہے اور ان کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لیکن قادیانیوں اور ان کے پشت پناہوں کی اس ڈھٹائی کی داد دیجئے کہ وہ اس کے باوجود قادیانیوں کو مسلمانوں کے ساتھ شمار کرنے پر بضد ہیں اور اس کے لیے اپنا پورا زور صرف کر رہے ہیں۔

آج کی اس کانفرنس کے حوالہ سے میں قادیانیوں کی بے جا حمایت اور پشت پناہی کرنے والے اداروں اور حلقوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ وہ زمینی حقائق کو تسلیم کریں اور قادیانیوں کی بلاجواز حمایت کر کے نہ اپنا وقت ضائع کریں اور نہ ہمارا۔ کیونکہ قادیانیوں کے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ یا تو وہ غلط عقائد سے توبہ کر کے مسلمانوں میں واپس آجائیں اور اگر یہ ان کے مقدر میں نہیں ہے تو مسلمانوں کے ساتھ شمار ہونے کی ضد چھوڑ کر اپنے لیے الگ نام، اصطلاحات اور علامات کا تعین کریں، اس کے علاوہ ان کے لیے اور کوئی آپشن موجود نہیں ہے۔ (روزنامہ اوصاف، اسلام آباد۔ ۲و ۱۳/اپریل ۲۰۱۸ء) ☆☆☆

رانا سکندر حیات نون، شجاع آباد .... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

رانا سکندر حیات نون ولد رانا جمعہ چاہ گُل والا بستی مٹھو شجاع آباد کے رہنے والے تھے۔ پرائمری اسکول پانچ سال یا پانچ جماعتیں ہم نے پرائمری اسکول بستی مٹھو میں اکٹھے پڑھیں۔ راقم پرائمری کرنے کے بعد مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے مفسر القرآن حضرت مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کی خدمت میں ان کے مدرسہ میں داخل ہوگیا۔ دینی تعلیم کے حصول کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں رحیم یار خان، بہاولپور، لاہور بعدازاں ملتان مرکزی دفتر میں آ کر ملک بھر میں تبلیغی خدمات سرانجام دینے لگا۔ ملتان آنے کے بعد کبھی کبھار ان سے ملاقات ہوجاتی، معلوم ہوا کہ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند رہے۔ چہرے پر سنت رسول داڑھی مبارک بھی سجالی۔ ہمارے ہی ایک ہم سبق مولانا سعید احمد نون اور مولانا عبدالعزیز نون تھے۔ موخرالذکر نے تین طلاق کی برکت سے اہلحدیث مسلک اختیار کرلیا، اور اپنے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام کو گمراہ کہنے لگ گئے اور اسی حالت میں چند سال قبل ان کا انتقال ہوگیا۔ جہاں تک مولانا احمد سعید کا تعلق ہے، ان پر توحید کا غلبہ زیادہ ہوگیا اور مماتیت کے دام تزویر میں پھنس گئے۔ رانا سکندر حیات نون موخرالذکر کے مقتدی تھے۔ ۵/نومبر ۲۰۲۳ء کو راقم ملتان پہنچا ہی تھا کہ ان کے ورثا کا فون آیا کہ آپ اپنے ساتھی کا جنازہ پڑھادیں، راقم نے معذرت کی تو ہمارے شہر کے بڑے عالم دین شیخ الحدیث مولانا زبیر احمد صدیقی دامت برکاتہم کی اقتدا میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جس میں کثیر تعداد میں مسلمانوں نے شرکت کی۔ ۱۴/نومبر کو ان کے ایصال ثواب کی دعوت کا انتظام کیا گیا رانا جمیل احمد نون اور قاری جاوید کا فون آیا کہ ان کے ایصال ثواب کی تقریب میں آپ نے شرکت بھی کرنی ہے اور بیان بھی۔ راقم جب تقریب میں پہنچا، تو ایک صاحب ترنم کے ساتھ بیان کر رہے تھے، انہوں نے عقیدہ توحید کی اہمیت پر خوبصورت بیان کیا۔ غالباً وہ مولانا احمد سعید کی طرف سے مدعو تھے، وہ بیان کے بعد تشریف لے گئے تو مولانا احمد سعید نے کہا کہ آپ دعائے خیر کے ساتھ تقریب کو ختم کردیں تاکہ بروقت دعوت تقسیم ہوسکے۔ راقم نے کہا کہ مجھے دعا کے لئے نہیں بلکہ بیان کی دعوت دی گئی تھی۔ راقم نے خطبہ پڑھا ہی تھا کہ ہمارے سابق ایم پی اے رانا اعجاز احمد نون بھی تقریب میں تشریف لے آئے۔ راقم نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے اس شعر کے مصداق۔ ”امیر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے پھر التفاتِ دل دوستاں رہے نہ رہے۔“ بیان کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ انتخابات کی آمد آمد ہے اور ہمارے سابق ایم پی اے تشریف فرما ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ اگر آپ انتخابات میں کامیاب ہوتے ہیں تو وعدہ کریں کہ کامیاب ہونے کے بعد آپ ایوان میں عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کرتے ہوئے ان اہم ترین دینی مسائل کو حل کرنے کے لئے آواز بلند کریں گے تو انہوں نے باآواز بلند کہا کہ میں ان اہم ترین بنیادی عقائد جو میرے بھی دین وایمان کا حصہ ہیں، ان کے تحفظ کے لئے آواز بلند کرتا رہوں گا۔

اللہ پاک نے رانا سکندر حیات کو تین بیٹے اور چار بیٹیوں سے سرفراز فرمایا جو اپنے اپنے گھروں میں آباد وشاداب ہیں۔ دعا کے بعد رانا سکندر حیات کے بڑے بیٹے رانا عمر حیات کی دستار بندی کی گئی جس میں راقم اور رانا اعجاز احمد نون نے دستار بندی کرائی۔ راقم نے اپنے بیان میں کہا کہ الحمدللہ ہمارا تعلق علمائے حق کے اس طبقہ (علمائے دیوبند) کے ساتھ ہے جو گستاخان رسول کے خلاف برسرپیکار رہے ہیں۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی ہمارے نزدیک نہ صرف کفر ہے بلکہ بدترین کفر، ارتداد اور زندیقیت ہے اور ہم انشاءاللہ! تاحیات گستاخانِ رسول کا تعاقب کرتے رہیں گے۔ نیز کہا کہ میں نے خود ایک گستاخ رسول یوسف کذاب کے خلاف کیس کر کے اسے کیفرکردار تک پہنچایا۔ نیز ہمارے مسلک کا کوئی آدمی جو صحیح العقیدہ حنفی دیوبندی ہو وہ گستاخی رسول کے ارتکاب کا تصور نہیں کرسکتا۔

حضرت مولانا سید محمد امین شاہ، مخدوم پور

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا سید محمد امین لسان نواب مانسہرہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے قیامِ پاکستان سے پہلے ۱۹۳۶ء میں دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ بخاری شریف پڑھنے کا اعزاز شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے حاصل کیا۔ مخدوم پور کے احباب نے حضرت مدنیؒ سے استدعا کی کہ ہمیں مولانا محمد امین شاہ دیتے جائیں، تو مانسہرہ جیسے صحت افزا مقام کو چھوڑ کر آپ اپنے استاذ محترم کے حکم سے مخدوم پور پہوڑاں جیسے گرم علاقہ میں تشریف لے آئے۔ اپنے استاذ کے حکم کی اس طرح لاج رکھی کہ پلٹ کر مانسہرہ جانے کا خیال دل سے نکال دیا اور یہیں کے ہو کر رہ گئے اور مخدوم پور کی خاک میں آسودۂ خاک ہیں۔

حضرت مدنیؒ سے جس نے علوم ربانی کا درس لیا، انہیں کے رنگ میں رنگا گیا، شاہ صاحب پر استاذ محترم کے اثرات تھے، حضرت مدنیؒ کی طرح مقامی جولاہوں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھدر کا لباس زیب تن فرماتے۔ قیام پاکستان سے پہلے جمعیت علمائے ہند اور مجلس احرار اسلام کے رضا کاروں اور خدام میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد آپ مجلس تحفظ ختم نبوت میں شامل ہوگئے کیونکہ جمعیت علما ہند، ہندوستان میں رہ گئی اور مجلس احرار اسلام پر پابندی لگ گئی تو آپ مجلس احرار کی جانشین مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء ہند کی جانشین جمعیت علمائے اسلام میں شامل ہوگئے۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ جن دنوں ملتان ہوتے، آپ ان دنوں دفتر میں آن وارد ہوتے۔ ۱۹۵۶ء میں جامعہ خیرالمدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں فتنہ مماتیت کے بانی سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے جو ابھی تک دیہاتوں میں اپنا خود ساختہ مسلک بیان کرتے، کسی جامعہ کے جلسہ میں ابھی تک جرأت نہ ہوتی تھی، خیرالمدارس میں بیان کرتے ہوئے دائیں بائیں دیکھا کہ مولانا خیر محمدؒ، مولانا جالندھریؒ تو تشریف فرما نہیں تو اپنا خود ساختہ مسلک بیان کیا۔ اگلی نشست میں جامعہ خیرالمدارس کے بانی خیرالعلماء حضرت

اللہ کا احسان ..... میانہ برادری کی پہچان

اُمامہ چوہدری، میانہ ہزارہ گوجراں

اللہ تعالیٰ کا کروڑ مرتبہ شکر ہے کہ میں ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کی پہلی دن سے قاریہ ہوں۔ آج تک پابندی کے ساتھ ہفت روزہ پڑھتی ہوں، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے دورے اور بیانات بھی غور سے پڑھتی ہوں، جلد نمبر ۴۲، صفحہ ۲۷ پر میانہ قوم کا ذکر آیا، میرا خون بھی حرکت میں آ گیا، چونکہ میں خود بھی میانہ برادری سے تعلق رکھتی ہوں، جو آریہ گوجر قوم کی ایک شاخ اور گوت ہے، اس میں بڑے بزرگ لوگ بھی گزرے ہیں۔ میانوالی شہر کے آباد کرنے والے بھی ہماری گوت اور کاسٹ کے لوگ تھے۔ ضلع مانسہرہ میں شنکیاری کے قریب ایک گاؤں کا نام مکڑ یپا میانہ ہے اور وہاں بہت بڑا دینی مدرسہ جامعہ عمر بن خطاب ہے۔ ہمارے بزرگوں نے ختم نبوت کے دفاع کے لئے قربانیاں دی ہیں۔ ہمارے گھر اور خاندان میں مذہبی امور کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ جو زیادہ دیندار ہے، وہی زیادہ عزت دار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اعتماد اور یقین ہے، اس عمل کی برکت سے نجات ہوگی۔ ختم نبوت کا جن لوگوں نے دفاع کیا، ان کی موت بھی بڑی عزت والی ہوتی ہے۔ ہماری قوم کے ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا نام حاجی محمد سعید میانہ گوجر تھا، انہوں نے عقیدۂ ختم نبوت پر چارٹ شائع کر کے مساجد اور مدارس اور گھروں میں فریم کرا کر لگائے۔ وہ حویلیاں میں رہتے تھے۔ دارالسعید کے نام سے وہ کام کرتے رہے۔ کلمہ پر اللہ تعالیٰ نے موت عطا فرمائی۔

مولانا خیر محمدؒ نے اس کی تردید کر دی اور اگلے دن علماء کرام کا اجلاس بلا لیا، جس میں عنایت اللہ شاہ بھی موجود تھے، ان سے اپنا مسلک بیان کرنے کا کہا گیا تو انہوں نے اپنا مسلک بیان کیا۔ اس پر مولانا محمد علی جالندھریؒ نے سخت جرح کرتے ہوئے بتلایا کہ آپ کا مسلک قرآن پاک، احادیث نبویہ، فقہ اسلام سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ تفسیر بالرائے ہے۔

مولانا سید امین شاہ اپنے اساتذۂ کرام اور مشائخ عظام کے ساتھ انتہائی محبت فرماتے اور ان پر جان چھڑکتے تھے۔ ۱۹۵۵ء میں مخدوم پور میں آئے اور قریب ہی عبدالحکیم آپ کے استاذ محترم حضرت مدنیؒ کے خلیفہ مولانا سید خورشید احمد شاہؒ رہتے تھے۔ حضرت مدنیؒ کے حکم پر ان کے ہاتھ میں ہاتھ (بیعت) دے دیا اور ان سے مجاز بھی ہوئے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ شاہ جیؒ اور آپ کی جماعت سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ اکتوبر ۲۰۰۷ء کی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کی تشہیر کے سلسلہ میں راقم مخدوم پور بھی گیا اور حضرت والا کی خدمت میں حاضری دی اور غرض وغایت بیان کی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے خواب میں شاہ جیؒ کی زیارت ہوئی اور میں نے انہیں کپڑوں کا سوٹ پیش کیا، ان دنوں سوٹ تقریباً ۵۰۰ روپے کا آتا تھا تو فرمایا کہ آپ شاہ جیؒ کی جماعت کے مبلغ ہیں تو لیجئے ۵۰۰ روپے۔ راقم کے پاس اس وقت رسید بک نہیں تھی۔ چناب نگر سے انہیں رسید بھجوائی۔ رسید پہنچنے سے پہلے آپ ۲۶/ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو انتقال فرما گئے۔ علماء دیوبند کے مسلک کو قرآن وسنت کے عین مطابق سمجھتے مماتیت اور یزیدیت سے مبرا تھے۔ ایک مرتبہ ابن امیر شریعت مولانا عطاء المومن شاہ بخاریؒ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ علیک سلیک کے بعد پہلا سوال یہ کیا: ’’مومن شاہ! یزیدی یا حسینی؟‘‘ سید عطاء المومن شاہ بخاریؒ نے فرمایا کہ امام حسینؓ ایمان کا حصہ ہیں جبکہ یزید تاریخ کا حصہ! فرمایا: تشریف رکھیں، جناب مودودی صاحب کے مسئلہ میں وہ مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے ہم مشرب تھے اور صحابہ کرامؓ کی گستاخی کرنے والوں سے متعلق کسی رواداری کے قائل نہ تھے۔ جب تک مولانا ہزارویؒ زندہ رہے، آپ وہی ذوق رکھتے تھے ان کی وفات کے بعد تحریک خدام اہلسنت میں چلے گئے، جس کی قیادت امام اہلسنت مولانا قاضی مظہر حسینؒ چکوال اور مولانا قاضی عبداللطیف جہلمی فرما رہے تھے تو ان حضرات سے اپنا رشتہ جوڑ لیا۔ اگرچہ دوسرے حضرات سے بھی رشتہ جوڑے رکھا، لیکن ان کی توجہات عظمت اصحاب و اہلِ بیت رسول کی طرف ہوگئیں اور تاحیات اہل حق کی جماعتوں کے ساتھ ناطہ جوڑے رکھا۔ تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور یہ مردِ مجاہد اپنے اللہ تعالیٰ کے ہاں ۲۶/ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو جا پہنچا۔ راقم نے ۱۷/ نومبر ۲۰۲۳ء کا جمعۃ المبارک کا خطبہ مولانا کی قائم کردہ مسجد زکریا میں دیا اور ان کی یاد تازہ کرنے کے لئے یہ سطریں حوالہ قرطاس کیں۔

☆☆ .... ☆☆

عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ دینی وآئینی تقاضا ہے: علماء کرام

لاہور.....عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا عبدالنعیم، مدرسہ ختم نبوت چناب نگر کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول، مولانا خالد محمود، مولانا سعید وقار، قاری ظہور الحق، قاری محمد اصغر، مولانا محمد حنیف کمبوہ، مولانا عبدالعزیز، مولانا عابد حنیف، مولانا سمیع اللہ نے ۶/ جنوری ختم نبوت کانفرنس شادی پورہ کی تیاری کے سلسلے میں مختلف مساجد میں جمعہ کے اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنا ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے، اس عقیدہ پر دین اسلام کی پوری عمارت قائم کھڑی ہے۔ امت مسلمہ کا چودہ سو سال سے متفقہ عقیدہ ختم نبوت چلا آرہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مملکت خداداد پاکستان کی پارلیمنٹ نے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر اسلام کے بنیادی عقیدۂ ختم نبوت کو آئینی وقانونی تحفظ فراہم کیا لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ختم نبوت وناموس رسالت قوانین پر مکمل و موثر عملدرآمد کروایا جائے۔ اجتماعات میں مطالبہ کیا گیا کہ قادیانی فتنہ کو آئین وقانون کا پابند بنایا جائے اور ان کی ناپاک ارتدادی سرگرمیوں کو روکا جائے کیوں کہ عقیدہ ختم نبوت وناموس رسالت کا تحفظ اور فتنہ قادیانیت کا تدارک دینی و آئینی تقاضا ہے جب کہ ان قوانین پر عمل درآمد کروانا حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ علماء نے تمام حاضرین سے یہ وعدہ لیا کہ ختم نبوت کانفرنس میں خود بھی شرکت کریں گے اور دوستوں کو بھی اس کی دعوت دیں گے۔

آل پاکستان ختم نبوت کورس، چناب نگر

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

آل پاکستان ختم نبوت کورس چناب نگر کی طویل داستان وتاریخ ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ کورس ملتان میں شروع ہوا۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ اس کے استاذ وانچارج تھے۔ یہ کورس چنیوٹ، ملتان، سرگودھا سے ہوتے ہوئے چناب نگر پہنچا، بڑے نامور علمائے کرام نے فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ سے تربیت لی۔ ۱۹۷۴ء سے پہلے تمام تر کوشش کے باوجود ہمارا چناب نگر (ربوہ) میں داخلہ نہ ہوسکا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے نتیجہ میں قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے۔ ۱۹۷۵ء میں ''لوانکم اسکیم'' کے تحت مسلم کالونی بنی، جس میں نو کنال کا پلاٹ مسجد کے لئے رکھا گیا۔ مجلس نے کوشش کرکے محکمۂ ہاؤسنگ کی شرائط کو پورا کرتے ہوئے یہ قطعہ اراضی حاصل کیا۔ اس سے قبل جناب منیر لغاری ریزیڈنٹ مجسٹریٹ ربوہ سے اس وقت مجلس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھریؒ ملے اور آرایم ربوہ کی عدالت کے تھڑا پر نماز کا آغاز کیا۔ مولانا سید ممتاز الحسن گیلانیؒ، مولانا خدا بخش شجاع آبادیؒ عدالت کے تھڑا پر ظہر، عصر کی نمازیں پڑھاتے رہے۔

جناب منیر لغاری نے مہربانی فرمائی اور ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم کے ساتھ مسجد بنانے کی اجازت دے دی تو جامع مسجد محمدیہ مولانا تاج محمودؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی نگرانی میں تعمیر ہوئی۔ مولانا خدا بخشؒ خطیب مقرر ہوئے۔ وہ ایک عرصہ تک محمدیہ مسجد میں جمعہ پڑھاتے رہے۔ بعدازاں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ بھی جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے رہے۔ ربوہ کو زون کا درجہ دے کر مولانا اللہ وسایا، مولانا خدا بخشؒ، مولانا سید ممتاز الحسن گیلانیؒ اور مولانا محمد اکرم طوفانیؒ زون کے مبلغین رہے۔ جب مسلم کالونی میں کام کا آغاز ہوا، مسجد کے پیچھے دو کمرے تھے جن میں مولانا غلام مصطفیٰؒ کی رہائش تھی، اب شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول مدظلہ رہائش پذیر ہیں۔ یہ سب سے پہلی تعمیر ہے۔ اس کے ساتھ ہی مسجد کے شمال کی طرف عارضی مسجد بنائی گئی۔ چار دیواری بنی، چنیوٹ کے شیخ منظور احمدؒ تعمیرات کے انچارج تھے۔ ۱۹۸۲ء میں چنیوٹ میں ہونے والی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کا آغاز ربوہ میں ہوا۔

۱۹۸۳ء میں ختم نبوت کورس (جو ایک عرصہ سے ملتان میں ہورہا تھا، راقم نے ۱۹۷۶ء کے آخر میں فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے) کا آغاز ہوا۔ راقم کو وہ کورس یاد ہے کہ جس میں چند طلبا شریک ہوئے۔ محقق العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی نگرانی میں مناظر اسلام مولانا محمد امین اوکاڑویؒ، مولانا عبدالرحیم اشعرؒ، مولانا عبداللطیف مسعود ڈسکویؒ، حضرت مولانا خدا بخشؒ، حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ شرکائے کورس کو تربیت دیتے رہے۔ راقم بھی اس سعادت میں شامل رہا۔ ابتدائی کورسوں میں غیر مشروط داخلہ ہوتا تھا۔ اللہ پاک نے اس کورس کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا اور اس کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا اور اس کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچی۔ درجہ رابعہ کے طلبا اور میٹرک پاس کو اس میں داخلہ دیا گیا، مبلغ بننے کے لئے تین ماہ کورس ہوتا تھا، اور ملتان میں ہوتا تھا۔ مذکورہ بالا اساتذۂ کرام فارغ التحصیل علمائے کرام کو تربیت دیتے اور تین ماہ میں انہیں اتنا پڑھا دیا جاتا کہ وہ قادیانیت کے مقابلہ کے لئے تیغ برّاں ثابت ہوتے۔ ربوہ کا نام تبدیل کرکے چناب نگر رکھا گیا۔ ابتدا میں یہاں حفظ وناظرہ کی کلاس شروع ہوتی تھی۔ جب رجوع عام ہوا تو حفظ وناظرہ کے ساتھ ساتھ درجہ کتب بھی شروع ہوا۔ الحمدللہ! اب دورۂ حدیث شریف تک تمام کلاسوں کی وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری وساری ہے۔

جب چناب نگر میں دورۂ حدیث شریف شروع ہوا تو چند سال پہلے تین ماہ کے کورس کو سال کا کورس کردیا گیا اور یہ کورس صرف ختم نبوت اور

اس کے متعلقہ موضوعات تک محدود نہیں رکھا بلکہ کورس کو ''تخصص فی الفقہ وختم نبوت'' کا نام دیا گیا اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے دورۂ حدیث شریف میں جید جداً آنے والے علمائے کرام کو داخلہ دیا جاتا ہے۔ سال رواں تخصص فی الفقہ وختم نبوت میں تیرہ علمائے کرام زیر تربیت ہیں اور کورس کے انچارج جامعہ کے استاذ الحدیث والفقہ مولانا مفتی شفیق الرحمٰن مدظلہ ہیں۔

حیدرآباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا توصیف احمد ہزاروی سلمہ کو حیدرآباد سے تبدیل کر کے ضلع چنیوٹ، چناب نگر اور مضافات کا مبلغ مقرر کیا گیا۔ موصوف کی ڈیوٹی جہاں دعوت وتبلیغ کی ہے، وہاں آپ سارا سال ''قادیانی شبہات کے جوابات'' جلد اول وجلد سوم سبقاً پڑھاتے ہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان کے مبلغ مولانا مفتی راشد مدنی حفظہ اللہ بھی وقتاً فوقتاً پندرہ بیس دن سال میں دیتے ہیں، ''قادیانی شبہات کے جوابات'' جلد دوم اور عیسائیت پر لیکچر دیتے ہیں۔ کورس و مدرسہ کی مجموعی نگرانی شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی حفظہ اللہ سرانجام دیتے ہیں۔

الحمدللہ! راقم الحروف بھی تخصص کے شرکاء کی خدمت کے لئے جنوری کے پہلے دس دن دیتا رہا ہے۔ امسال چونکہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحانات بھی سابقہ روٹین سے ہٹ کر چند دن پہلے ہو رہے ہیں۔ تو مولانا توصیف احمد، مولانا مفتی شفیق الرحمٰن زید مجدہ کے مشورہ سے ۸ تا ۱۶؍دسمبر تک ایک ہفتہ کے لئے حاضر ہوا اور علمائے کرام کو ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' اور الخلیفۃ المہدی فی الاحادیث الصحیحہ'' کے اسباق پیش کئے۔ اللہ پاک ہمارے جامعہ کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائیں اور پڑھنے پڑھانے والوں کو قبول فرمائیں اور تاحیات عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور دین متین کی چوکیداری نصیب فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔☆☆

مولانا افتخار احمد کہروڑپکا .... مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا افتخار احمد چک نمبر ۱۳ بی سی بہاولپور کے رہنے والے تھے، ابھی سن شعور کو پہنچے تھے کہ جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں حفظ قرآن کے لئے داخل کرادیئے گئے۔ حفظ بمع گردان جامعہ سے کرنے کے بعد جامعہ باب العلوم میں ہی اعدادیہ سے دورۂ حدیث شریف تمام کتب پڑھیں اور آپ کو حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ، شیخ الحدیث مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم العالیہ، حضرت الشیخ مولانا حبیب احمد مدظلہ، مولانا محمد امینؒ، مولانا اللہ بخش ملکانوی مدظلہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انہیں اساتذۂ کرام کی نگرانی میں تدریس کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ تقریباً چالیس سال تک جامعہ میں نظم اور تدریس کے شعبہ سے منسلک رہے اور اگر دس سال تعلیم کے شامل کرلیں تو نصف صدی تعلیم وتدریس میں گزاردی۔ شعور کی نصف صدی اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دین کی خدمت سے وابستہ رکھا۔ ''یک در گیر ومحکم گیر'' کے مصداق جامعہ میں آئے اور جامعہ کے ہوکر رہ گئے۔ تعلیم کے زمانہ میں صحت نے کماحقہ ساتھ نہ دیا۔ شوگر، بلڈ پریشر دامن گیر ہوگئے اور دل کا عارضہ بھی لاحق ہوا، چند سال پہلے دل کا بھی آپریشن ہوا یعنی ہارٹ سرجری ہوئی۔ ہماری تعلیم کے زمانہ میں ان کی چھوٹی کتابیں تھیں اور ہم بڑی کتابوں میں پڑھتے تھے۔ ان سے یاد اللہ وابستہ رہی ہے۔ جامعہ ہماری مادر علمی ہونے کی وجہ سے سال میں ایک دومرتبہ تو جانا ہوتا ہی رہتا ہے۔ جب بھی ملتے ہنستے مسکراتے ملتے۔ تحریک ختم نبوت سے وابستگی تو انہیں بچپن میں ہی نصیب رہی ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جامعہ باب العلوم کہروڑپکا تحریک کا مرکز رہا۔ یہاں سے مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا عبدالرؤف ربانی مدظلہ سمیت کئی ایک حضرات کو عروج نصیب ہوا۔ استاذ جی حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ کے بعض اسفار میں رفیق سفر ہونے کی سعادت بھی نصیب ہوئی اور جب استاذ جی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر بنائے گئے تو گویا تحریک ختم نبوت ان کے گھر چل کر آگئی، اس طرح ختم نبوت کے ایمانی و وجدانی عقیدہ کی حفاظت انہیں قریب سے نصیب ہوئی۔ کئی ایک بیماریوں کا دامن گیر ہونا تو پہلے مذکور ہوا۔ علاج معالجہ بھی جاری رہا۔ لیکن: ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' تا آنکہ وقت موعود آگیا۔ ۲۰؍نومبر ۲۰۲۳ء کو جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ آپ نے بیوہ کے علاوہ تین بیٹے اور بیٹیاں سوگوار چھوڑیں، اور آپ کی نماز جنازہ تین بجے جامعہ باب العلوم کہروڑپکا میں شیخ الحدیث حضرت مولانا منیر احمد منور دامت برکاتہم کی امامت میں ادا کی گئی، جس میں ہزاروں علماکرام، قراء، حفاظ اور طلبا کے علاوہ مسلمان شریک ہوئے، مجلس کی نمائندگی مولانا اللہ وسایا مدظلہ، مولانا وسیم اسلم، مولانا محمد بلال نے کی اور آپ کی دوسری نماز جنازہ آپ کے آبائی علاقہ چک نمبر ۱۳ بی سی بہاولپور میں ادا کی گئی اور آپ کو آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ وعف عنہ وعافہ۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

ڈیرہ اسماعیل خان کا تبلیغی و تنظیمی دورہ: راقم نے خیبر پختونخواہ کے دورہ کا آغاز ڈیرہ اسماعیل خان سے کیا۔ ڈیرہ میں راقم کے میزبان قاری احسان اللہ احسان مدظلہ بانی جامعہ ابی ابن کعبؓ نے جمعہ کا انتظام کیا۔ یکم دسمبر جمعۃ المبارک کا بیان دو مساجد میں ہوا:

(۱) جامع مسجد سیدنا علی المرتضیٰؓ مدرسہ ابی ابن کعبؓ میں ساڑھے بارہ سے ایک بجے تک بیان ہوا، اس مسجد و مدرسہ کا سنگ بنیاد فاضل دیوبند مولانا علاؤالدین بانی جامعہ نعمانیہ صالحیہ نے رکھا۔ قاری احسان اللہ احسان حفظہ اللہ اس مدرسہ کے مدیر اور مسجد کے خطیب ہیں۔

(۲) پونے دو بجے سے اڑھائی بجے تک جامع مسجد مولانا عبدالحقؒ میں بیان ہوا۔ مولانا عبدالحق چودھوان ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے تھے۔ یہ مسجد بہت قدیمی مسجد ہے، اس وقت مولانا سلیم اللہ خطیب اور مولانا مفتی محمد فہیم امام ہیں۔

مدرسہ سراج العلوم ڈیرہ اسماعیل خان: حضرت مولانا سراج الدینؒ فاضل دارالعلوم دیوبند کی طرف منسوب ہے۔ حضرت موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ کے ممبر رہے۔ مدرسہ کا نظم آپ کے فرزند ارجمند، واعظ خوش الحان حضرت مولانا خلیل احمد سراج مدظلہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا قاری احسان اللہ احسان مدظلہ کی معیت میں ۲؍دسمبر کو صبح دس بجے سے ساڑھے دس بجے بیان ہوا اور طلبا کو چناب نگر کورس میں شمولیت کی دعوت دی۔

جامعہ نعمانیہ صالحیہ ڈیرہ اسماعیل خان: مولانا سراج الدینؒ کا اوپر تذکرہ ہوا، جن کے نام پر سراج العلوم قائم ہے۔ مولانا سراج الدینؒ کے ایک بھائی مولانا علاؤالدینؒ تھے۔ دونوں بھائی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے شاگرد رشید تھے اگرچہ آپؒ کے والد و دادا عالم دین تھے۔ باضابطہ ادارہ قائم نہ کیا، لیکن جب مولانا علاؤالدینؒ بمع برادر محترم دورۂ حدیث شریف کرکے آئے تو دونوں بھائیوں نے مل کر جامعہ نعمانیہ صالحیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ مولانا علاؤالدینؒ جفاکش انسان تھے، تقریباً ایک سو سال عمر پائی اور قابل رشک صحت رہی۔ ۲؍دسمبر ساڑھے گیارہ بجے سے سوا بارہ بجے تک بیان ہوا۔

جامعہ قادریہ بھکر: جامعہ قادریہ بھکر کے بانی مولانا محمد عبداللہؒ تھے، جو آگے چل کر جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے امیر اور مرکز کے سرپرست رہے۔ ابتدا مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت سے کی۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ کی اجازت سے اور مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی فرمائش پر جمعیت علمائے اسلام میں شمولیت اختیار کی۔ یہ راقم سے ایک ملاقات میں خود فرمایا، ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا صفی اللہ مدظلہ مدرسہ کے مہتمم بنائے گئے، دورۂ حدیث شریف تک تمام اسباق مدرسہ میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ۲؍دسمبر کو ظہر کی نماز کے بعد جامعہ قادریہ میں بیان ہوا، اور طلبا کو چناب نگر کورس میں شمولیت کی دعوت دی۔ پندرہ طلبا نے کورس میں شمولیت کے لئے نام لکھوائے۔

جامعہ اشرف المدارس لیہ: جامعہ کے بانی حضرت مولانا گل محمدؒ تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند ہمارے جلالین شریف والی کلاس (عالیہ) کے ساتھی مولانا عبدالرحمٰن مدظلہ مہتمم بنائے گئے، یہاں بھی دورہ حدیث شریف سمیت تمام کلاسیں ہوتی ہیں۔ ۲؍دسمبر کی شام کو لیہ مجلس کے زعماء مولانا قاری عبدالشکور گرواں، قاری محمد امین سلمہ کی معیت میں حاضری اور بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔ یہاں بھی کئی طلبا نے نام لکھوائے۔

ختم نبوت کورس مظفر گڑھ: جامعہ احیاء العلوم مظفر گڑھ کے مہتمم مولانا محمد عاصم مدظلہ کی دعوت پر مورخہ ۶، ۷؍دسمبر ختم نبوت کورس رکھا گیا۔ کورس میں سینکڑوں اساتذۂ کرام، طلبا اور عوام الناس نے شرکت کی۔ ۶؍دسمبر ظہر سے عصر تک قادیانیت کا تعارف، عقائد، عزائم، ملک وملت کے خلاف سازشوں، اوصافِ نبوت اور دیگر موضوعات پر بیان ہوا۔ ۷؍دسمبر جمعرات کا دن تھا چونکہ دیہاتی مدارس میں جمعرات کو طلبا چھٹی لے کر گھروں میں چلے جاتے ہیں تو مہتمم صاحب نے تمام طلبا اور اساتذۂ کرام کو صبح کی نماز کے بعد جمع کر دیا اور حیات ورفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام پر لیکچر ہوا۔ نیز محمد اسماعیل شجاع آبادی نے رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق قادیانیوں کے اشکالات اور ان کے

جوابات پر بیان کیا۔ جامعہ احیاء العلوم قدیمی مدرسہ ہے، روایات کے مطابق اس کی بسم اللہ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے کرائی اور یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ اپنے مریدوں کے ہاں قیام پذیر تھے۔ جب انہوں نے سنا تو اس تقریب میں شریک ہوئے۔

مدرسہ اشرف العلوم شجاع آباد کا سالانہ اجتماع: مدرسہ اشرف العلوم کے بانی ہمارے حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ تھے جو کئی حضرات کے مجاز تھے، اور آپ نے اپنی ساری زندگی قال اللہ وقال الرسول میں گزاری اور پوری زندگی میں مسجد، مدرسہ سے کبھی بھی تنخواہ نہیں لی۔ آپ جہاں ہزارہا مسلمانوں کے پیرومرشد تھے، وہاں ہزاروں علماء کرام نے آپ سے قرآن پاک کے فیوض وبرکات حاصل کیں، آپ شعبان المعظم اور رمضان المبارک میں قرآن پاک کا دورۂ تفسیر پڑھاتے، جس میں علمائے کرام اور دینی مدارس کے منتہی طلبا دورۂ تفسیر میں شامل ہوتے، راقم کو بھی ۱۹۷۰،۷۱ء میں دورۂ تفسیر القرآن پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ مریدین ومسترشدین کے لئے ہر سال صوفیائے کرام کا اجتماع منعقد فرماتے اور اپنے مسترشدین کو خطوط تحریر فرماتے کہ دال، ساگ کھانے اور نیچے لیٹنے کے لئے دو تین دن کے لئے تشریف لے آئیں اور مسلسل دو تین دن ذکر وفکر کے بہاریں آجاتیں آپ کی زندگی مبارک میں مسلسل ہر سال یہ اجتماعات منعقد ہوئے راقم کو بھی کئی ایک اجتماعات میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت والا ۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ، مطابق ۱۹۷۸ء کو رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔ آپ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ کے چھوٹے بیٹے حضرت مولانا عزیز احمد بہلویؒ نے یہ مرکز سنبھالے رکھا اور وقتاً فوقتاً یہ اجتماعات منعقد فرماتے رہے۔ آپ کا انتقال ۱۹/جون ۲۰۲۰ء کو ہوا تو مسند ارشاد پر راقم کے پیر بھائی اور ہمارے حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے جامعہ عبیدیہ سے فاغ التحصیل ہوئے مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن بہلوی حفظہ اللہ مسند نشین ہوئے تو حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم کی سرپرستی میں وہ بہاریں دوبارہ رونق افروز ہوگئیں، چنانچہ ۶،۷/دسمبر کو صوفیائے کرام کا سالانہ اجتماع منعقد ہوا۔ راقم کو بھی ۶/دسمبر ظہر کی نماز کے بعد حاضری اور بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن بہلوی زید مجدہ اور ان کے تمام برادران ہمہ وقت مہمانوں کی خدمت میں مصروف نظر آئے۔

خطبۂ جمعہ: ۸/دسمبر جمعۃ المبارک کا خطبہ شجاع آباد لودھراں روڈ پر واقع بستی داد کی مرکزی جامع مسجد میں دیا۔ اس مسجد کے بانیوں میں سے ہمارے علاقہ بستی مٹھو کے مشہور طبیب حکیم عبیداللہ جو فاضل دیوبند مولانا عبدالقادرؒ کے فرزند ارجمند تھے کے چچازاد بھائی جناب عبدالحکیم بھی تھے۔ مسجد کے خطیب وامام قاری عبدالرؤف کافی عرصہ سے فرمائش کر رہے تھے، اگرچہ یہ جمعہ راقم نے اپنی مسجد جامع مسجد علی المرتضیٰ صدیق آباد، شجاع آباد کے لئے رکھا ہوا تھا، لیکن قاری عبدالرؤف کی استدعا پر ان کی مسجد میں بیان کیا۔

ایک ہفتہ چناب نگر میں: راقم الحروف ۸/دسمبر ۲۰۲۳ء کو ایک ہفتہ کے لئے چناب نگر مدرسہ ختم نبوت میں حاضر ہوا۔ تخصص فی الفقہ وختم نبوت کے علمائے کرام کو ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' اور ''الخلیفۃ المہدی فی الاحادیث الصحیحہ'' سنوائی۔ اس دوران مدرسہ میں سالانہ تقریری مقابلہ کی تقریب ۱۳/دسمبر کو منعقد ہوئی۔ جس میں پندرہ طلبا نے حصہ لیا۔ جامعہ امدادیہ چنیوٹ کے اساتذۂ کرام مفتی محمد اعجاز، مولانا غلام شبیر اور مولانا محمد عارف منصف بن کر آئے تو انہوں نے تقریری مقابلہ میں اول، دوم، سوم آنے والوں کی نشاندہی کی، تو اول، دوم، سوم آنے والوں کو جامعہ ختم نبوت کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول دین پوری، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی اور راقم کے ہاتھ سے انعامات دلوائے گئے اور راقم کو فرمائش کی گئی کہ انہیں نصیحتیں فرمائیں راقم نے نصیحت آموز خطاب کے بعد دعا کرائی۔ جامعہ ختم نبوت کے ناظم مولانا الیاس الرحمٰن سلمہ سفر عمرہ سے تشریف لائے تو انہوں نے ۱۳/دسمبر کو اساتذۂ کرام کی مدینہ طیبہ کی کھجوروں اور آبِ زمزم سے دعوت کی، راقم کو شریک کیا گیا۔ جامعہ کے درجہ حفظ وناظرہ کے ایک استاذ میرے لاہور کے زمانہ میں دفتر کے انچارج تھے، قاری محمد رمضان ۱۵/دسمبر عصر کی نماز کے بعد ان کے عصرانہ میں شرکت کی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول دین پوری مدظلہ کے حکم پر جمعۃ المبارک ۱۵/دسمبر کو خطبہ اپنی مسجد مسلم کالونی میں دیا۔ دورۂ حدیث شریف کے طلبا نے فرمائش کی کہ ایک سبق ہمیں بھی پڑھائیں، کہاں دورۂ حدیث شریف اور کہاں یہ کم علم؟ راقم کو حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ مدنی سے حدیث ضیافت کی اجازت تھی تو ۱۶/دسمبر کو گیارہ بجے صبح دورۂ حدیث شریف کے طلبا بمع استاذ محترم مولانا محمد شاہد سلمہ وہ حدیث سنائی مدینہ طیبہ کی کھجوریں اور آبِ زمزم کے ساتھ طلبا کا اعزاز واکرام کرکے سنت نبوی کے مطابق حدیث شریف پڑھی گئی۔ اللہ پاک قبول ومنظور فرمائیں۔

بمقام

مدرسہ عربیہ ختم نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

31 واں

سالانہ ختمِ نبوت کورس

7 فروری 2024 تا 2 مارچ 2024

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دار المبلغین کے زیر اہتمام

زیر سرپرستی

پیر طریقت رہبر شریعت ولی کامل

حضرۃ مولانا حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی حفظہ اللہ

نقشبندی مجددی

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت

صاحب

- کورس میں شرکت کے خواہشمند حضرات کیلئے کم ازکم درجہ رابعہ. یا بی اے پاس ہونا ضروری ہے
- شرکاء کو کاغذ قلم، رہائش خوراک، نقد وظیفہ، منتخب کتب کا سیٹ دیا جائے گا جس کی قیمت تقریباً پانچ ہزار ہوگی
- کورس کے اختتام پر امتحان ہوگا کامیاب ہونے والوں کو اسناد دی جائیں گی نیز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو اضافی کتب دی جائیں گی
- داخلہ کے خواہشمند سادہ کاغذ پر درخواست ارسال کریں جس میں نام، ولدیت، مکمل پتہ اور تعلیمی تفصیل لکھی ہو۔
- موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا انتہائی ضروری ہے

نوٹ

امسال الیکشن کے باعث داخلہ 7 سے 10 فروری تک چار روز جاری رہے گا

درخواستوں کیلئے پتہ

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت چناب نگر ضلع چنیوٹ

برائے رابطہ
مولانا عزیز الرحمن ثانی
0300-4304277
مولانا غلام رسول دین پوری
0300-6733670